JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 39, Issue No.02

JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Khawar Nawazish
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 300 9561745

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
khawarnawazish@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

TITLE OF THE PAPER

اُردو غزلیات میں فارسی ادبیات سے ماخوذ تلمیحات سے استفادے کا رُجحان: مختصر جائزہ

AUTHOR(S)

Muhammad Mohsin Khalid
Lecturer, Department of Urdu
Govt. Shah Hussain Associate College, Lahore

CONTACT
Mohsinkhalid53@gmail.com

HISTORY OF THE PAPER

Received on: 19-09-2023
Accepted on: 27-12-2023
Published on: 31-12-2023

DETAIL(S)

Volume No. 39, Issue No. 02, Page No: 01-37
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2023. ©Journal of Research (Urdu) 2023.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

محمد محسن خالد

اُردو غزلیات میں فارسی اَدبیات سے ماخوذ تلمیحات سے اِستفادے کا رُجحان: مختصر جائزہ

A Short Review on the Trend of Using Allusions Derived from Persian Literature in Urdu Ghazaliate

ABSTRACT

The process of making this collective situation of human life memorable by giving it creative colours in the arts is still going on. The peculiarity of poets is that they give the most modern meaning to the ancient ideas of centuries-old man and fill them with beauty and attractiveness in such a way that even though they are all lies, there is no choice but to accept the absolute truth. Talmih is a form of ilm e badih that has the ability to modernise centuries-old events, situations, and conditions and give them a unique sense of meaning. Through allusions, there is the ability to connect stories from the trivial to the trivial and from the important to the indispensable to the present, which classical poets have taken full advantage of. From Vali Decani to Ghalib, the trend of using Persian literature in classical ghazals seems to be equal. An allusion is a combination of one or more words that describes an incident, sign, accident, symbol, story, parable, anecdote, or anecdote related to a particular situation. With the help of this word, a lengthy discussion is shortened into a summary, as if it were wrapped up like a pitcher in a river. In this paper, the references from Persian literature in Urdu ghazals have been reviewed very briefly, which reveals how the Urdu poets have adapted Persian references to Urdu ghazals.

KEYWORDS

Allusion, persion, literature, peculiarity, sant, badih, classic, poets, urdu, driven

انسانی زندگی بڑی رنگین ہے۔ یہ رنگینی قسم قسم کی بو قلمونی لیے یوں آشکارا ہوتی ہے کہ انسان اس کے عجائب دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ انسان اس عارضی دُنیا میں خود کو مستقل شہری کی اہلیت دینے کے لیے نت نئے خواب دیکھتا ہے اور پھر ان خوابوں کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے جملہ صلاحیتوں کو صرف کر ڈالتا ہے۔ یہ خواب پورے ہو جائیں تو کیا بات ہے اور اگر ادھورے رہ جائیں تو حسرتوں اور آرزوؤں کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

انسانی زندگی کی اس اجتماعی صورتحال کو فنونِ لطیفہ میں تخلیقی رنگ دے کر یادگار بنانے کا چلن انسانی حیات کی آفرینش سے جاری ہو گیا تھا جو ہنوز جاری ہے۔انسان اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے اور اسے متاثر بھی کرتا ہے۔اس کی حیران کی دینے والی صلاحیتوں کو جِلا مل جائے تو عجائبات کے قصر تعمیر کرتا ہے اور اگر یہ خواہشیں انتظار کی بھینٹ چڑھ جائیں تو پھر شاعری، مصوری، گیت نگاری کی صورت میں جلوہ ہوتی نظر آتی ہے۔

شاعری کی بات کی جائے تو اُردو شاعری میں جملہ انسانی موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس کی رنگینی کے صدہا نقوش کو قرطاسِ خلق کے کینوس پر بکھیرا گیا ہے پھر بھی یہ اپنی ممکنہ حد تک تکمیل کی صورت سے ہنوز تشنہ ہے۔ شعرا کا اختصاص یہ ہے کہ صدیوں پرانے انسان کے ہزاروں برس قدیم خیالات کو جدید ترین معنوی صورت عطا کر دیتے ہیں اور گئی گزری بات کو ابھی کا قصہ بنا دیتے ہیں اور اس میں حُسن و جاذبیت کا ایسا رنگ بھرتے ہیں کہ سب جھوٹ ہونے کے باوجود مطلق سچ تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں ہوتا۔

کلاسیکی شعرا کے ہاں انسان کی جملہ تاریخ کا عکس نظر آتا ہے۔انسان ہمیشہ سے خواہشوں کا اسیر رہا ہے اور اسیری کا یہ عنصر اس کی فطرت میں آفرینش سے دخیل ہے۔شاعر انسانی حیات کے جملہ اسرار و رموز سے متعلقہ واقعات و حوادث کو شعری زبان میں ادا کرتا ہے۔جذبات و احساسات کے اظہار اور خواہشات کی تکمیل و تشنگی کے جملہ مباحث کو بیان و بدیع کے فنی عناصر سے آشکارا کرنے کا رجحان بڑا دلچسپ رہا ہے۔ولی دکنی سے لے کر غالبؔ اور غالبؔ سے مرزا داغ تک یہ التزام تواتر سے دکھائی دیتا ہے۔

تلمیح علم بدیع کی ایک صنعت ہے جس میں صدیوں پرانے واقعات و حالات اور احوال کو جدید صورت دے کر معنویت کے جملہ اختصاص سے متصف کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔اس وصف کے پیشِ نظر فنِ تلمیح کو شعرا کے ہاں دیگر صنائع کی نسبت زیادہ وقیع ٹھہرایا گیا ہے۔ تلمیح کے ذریعے معمولی سے معمولی اور اہم سے ناگزیر حد تک اہمیت کے حامل قصص کو عہدِ حاضر سے متصل کرنے کی صلاحیت موجود ہے جس سے کلاسیکی شعرا نے بھرپور فائدہ اُٹھایا ہے۔یوسف حسین خان لکھتے ہیں:

> "زبان، جذبے کو اُکسانے کا زبردست ذریعہ ہے۔ ہر لفظ یا خیالی نقش میں یہ
> قوت موجود ہے کہ ہمارے جذبات کو انگیختہ کرے اور لفظوں کو مرصع کر کے

ان سے تصویر کشی کا پورا کام لے۔ لفظ گویا مجسمہ ہے جو بے جان اور بے حِس ہونے کے باوجود حُسن و دلکشی کا متنفس مرقع ہوتا ہے۔ شاعر الفاظ کی اسی کاریگری کو سماجی و تہذیب مقاصد کی ادائی کے لیے استعمال میں لاتا ہے۔ الفاظ کے اس بدیعی استعمال کو صنائع کی زبان میں تلمیح کہتے ہیں جو لفظوں کے جوہر کا گویا اجتماعِ تحرک ہے"۔(1)

تلمیح ایک یا ایک سے زائد الفاظ کا وہ مجموعہ ہے جو کسی خاص صورتحال سے متصل واقعے، اشارے، حادثہ، رمز، کہانی، تمثیل، حکایات یا قصہ کو بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اس لفظ کی مدد سے طولانی بحث کو اختصار میں ڈھال کر بات گویا دریا میں کوزے کی طرح سمیٹ دی جاتی ہے۔ تلمیح کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے دورانِ گفتگو بات کو پھیلا کر اس کے سیاق و سباق سمیت بیان کرنے کی حاجت نہیں رہتی بلکہ مخصوص الفاظ میں مذکور واقعے کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جس سے بات سمجھ بھی آجاتی ہے اور قصے کی صحت اور روانی پر بھی اثر نہیں پڑتا بلکہ ابلاغ کی راہ بھی ہموار ہو جاتی ہے۔
سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"تلمیح کے استعمال سے ہمارے ذہن میں جن تصورات و افکار کا وسیع سلسلہ عود کر آتا ہے اور جو الفاظ و کلمات سے دلالتیں سر اُٹھاتی ہیں ان کا جواز اسی میں پنہاں ہوتا ہے۔ یہ رمز و ایمائیت کا ایسا فنی التزام ہے جس سے شعر کی پوری عمارت اُستوار ہوتی ہے اور اس کا قالب ٹھوس بنیاد پر قاری کے سامنے اپنے تمام تر معانی کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے"۔(2)

شاہ نصیر کے اس شعر میں تلمیح کے استعمال کا فنی التزام ملاحظہ کیجیے:

ے کب ہے اس جعد سے زلفِ سیہ حور درا شبِ یلدا سے نہیں ہے شبِ دیجور دراز

شاہ نصیر نے "شبِ یلدا" اور "شبِ دیجور" میں مشترک وصف یعنی تیرگی اور روشنی کی لمبائی کو تلمیح کے پس پردہ انتہائی خوبصورت اور جامع انداز میں بیان کر دیا ہے۔ شاعر اگر تلمیح "شبِ دیجور" کی فنی معنویت کے اظہار

کے لیے "شبِ دیجور" کی ترکیب نہ لاتا تو مفہوم ادھورا رہ جاتا اور بات میں ابہام بھی زائل نہ ہوتا۔ اسی طرح علامہ اقبال کے تلمیح کے متنوع استعمال کو اس شعر میں دیکھیں۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق　　　عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

علامہ اقبال نے اس شعر میں حضرت ابراہیمؑ کو نمرود کی جلائی ہوئی آگ میں بطور سزا پھینکے جانے کے واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس قدر واضح، جامع اور مفصل قطعیت لیے ہوئے ہے کہ اس واقعے کے نثری بیان کے لیے کئی صفحات درکار ہیں لیکن اقبال نے اس واقعے کو کمال اختصار کے ساتھ تلمیح کے پس پردہ بیان کر دیا ہے۔

اُردو غزل کا خمیر چونکہ فارسی غزل سے بُنا گیا ہے اور فارسی ادبیات سے اُردو ادب نے براہ راست استفادہ کیا ہے اس لیے یہ کہنے میں کوئی باق نہیں کہ اُردو غزل کا جملہ فنی التزام فارسی غزل کا مرہونِ منت ہے۔ کلاسیکی شعرا کے کلام میں فارسی ادبیات کے جملہ بدیع عناصر سے استفادے کا رجحان ملتا ہے۔ اُردو غزل کے اوائل دور میں زیادہ تر فارسی شعرا ہی غزل کہتے رہے ہیں۔ اُردو غزل میں علم بیان و بدیع کے جملہ عناصر سمیت موضوعات و تصورات اور شعری نزاکتوں کا اجتماع فارسی غزل سے مستعار لیا گیا ہے۔ یوں کہیے کہ اُردو غزل کا تانا بانا فارسی زبان کی جملہ روایت سے بُنا اور تراشا گیا ہے۔ ڈاکٹر وفا یزدان منش لکھتی ہیں:

> "اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات کا جس قدر استعمال ملتا ہے اس سے حیرت ہوتی ہے کہ اُردو شعرا نے اُردو غزل کو فارسی غزل کا پیراہن اوڑھا کر اسے فارسیت زدہ کر دیا ہے۔ تلمیح کی حد تک دیکھیے تو کلام میں اسی فیصد فارسی تلمیحات کا استعمال ملتا ہے۔ آبِ بقا، خاتم سلیمان، مجنوں، پیر کنعان، دامانِ محشر، رشکِ ارم، چاہ نخشب، دیدہ یعقوب فارسی ادبیات کے قصص سے ماخوز تلمیحات ہیں جو اُردو غزل میں مِن و عَن برتی گئی ہیں"۔(3)

کلاسیکی غزل میں ولی دکنی سے لے کر غالب تک فارسی ادبیات سے استفادے کا رجحان برابر دکھائی دیتا ہے۔ یہ سلسلہ مرزا داغ دہلوی تک چلتا نظر آتا ہے۔ جدید غزل میں البتہ فنِ تلمیح سے دلچسپی کا سلسلہ سُست پڑ گیا ہے تاہم اس صنعت سے دلچسپی ہنوز برقرار ہے۔

اس مقالہ میں نہایت اختصار کے ساتھ اُردو غزلیات میں فارسی ادبیات سے ماخوذ تلمیحات کا جائزہ لیا گیا ہے جس سے بات سامنے آتی ہے کہ اُردو شعرا نے کس طرح فارسی تلمیحات کو اُردو غزل کے قالب میں ڈھالا ہے اور ان کے معنوی حُسن کو مزید نکھارنے میں کس طرح کا التزام کیا ہے۔

آبِ بقا: کلاسیکی غزل میں آب حیات، سکندر اور خضر ایک معروف تلمیحی مثلث ہے۔ روایات کے مطابق آب حیات سے مراد پانی کا وہ تمثیلی اور اساطیری چشمہ ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ اس کو پینے والا حیات دائمی حاصل کر لیتا ہے اور اسے موت نہیں آتی۔ یہ چشمہ انتہائی تاریکی میں واقع ہے۔ اس تک پہنچنا عام انسان کی بساط سے باہر ہے۔ اس واقعے کو شعرا نے مختلف تلمیحات "آبِ حیات، آبِ حیواں، آبِ زندگانی، آبِ خضر، چشمہ حیواں، چشمہ آبِ بقا، چشمہ خضر" میں بھی بیان کیا ہے۔

ے پائے طول زندگی خضران کی خدمت کے لیے / اس لیے ظلمات میں آبِ بقا پیدا ہوا
[کلیات ناسخ، جلد ۲، ج، اول: 109]

ے جلتے ہیں سوزِ عشق سے مانندِ شمع ہم / رُتبہ ملا ہے آگ کو آبِ حیات کا [کلیات ناسخ، جلد اول، ص: 48]

ے کوئی آبِ زندگی پیتا ہے یہ زہراب چھوڑ / کو ہنستے ہیں سب مجروح خنجر کے ترے
[دیوان دوم، میر، ص: ۶۲۰]

ے آبِ خضر سے بھی نہ گئی سوزشِ جگر / کیا جانیے یہ آگ ہے کس دودمان سے [دیوان اول، میر، ص: ۲۰۷]

ے جنبش لب کہے دیتی ہے وہ اب ہنستے ہیں / موجزن چشمہ حیواں ہے اُبلنے کے لئے [آفتاب داغ، ص: ۳۲۹]

ے لب ترے ذکر مسی پر مجھے یاد آتے ہیں / چشمہ خضر کا مذکور ہے ظلمات کے ساتھ [گلزار داغ، ص: ۵]

آتش پرست: آتش پرست؛ ایک قدیم مذہبی تلمیح ہے جس کا ذکر کلاسیکی غزلیات میں متعدد شعرا کے ہاں ملتا ہے۔ تاریخ میں مذکور ہے۔ ان کی عبادت گاہوں میں بغیر کسی لمحہ بھر توقف کیے آگ کا الاؤ روشن رہتا ہے۔ یہ فرقہ ''زرتشت'' کو اپنا مذہبی پیشوا اور راہنما مانتے ہیں۔ اس کے اقوال و ہدایات کو اپنے لیے بطور الہامی القا کا 'تنزیلی صحیفہ' گردانتے ہیں۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

۔ آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے / سر گرم نالہ ہائے شرر بار دیکھ کر [دیوان غالب، ص:۱۶]

آئینہ سکندر: آئینہ سکندر سے مراد مشہور بادشاہ سکندر کا وہ آئینہ ہے جس میں امورِ سلطنت کے جملہ اَسرار پنہاں تھے اور وہ اس آئینے کی مدد سے ماضی و حال اور پیش آمدہ حالات و واقعات کے بارے میں آگاہی حاصل کر لیتا تھا۔ "اسکندر سے منسوب جو آئنہ منسوب ہے اس کی یہ روایت ہے کہ اس آئینہ میں مستقبل اور جہان دکھائی دیتا تھا"۔(4) اس آئینہ کے بارے میں مختلف آرا ملتی ہیں۔

۔ پٹک دوں جامِ جمشید کو پیشِ کاسہ زانو / ملے آئینہ سکندری کیا تیرے زانو سے
[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح ۲، ص:86]

۔ صاف آئینہ نہ بن سکتا ترے رُخسار سا / اک سکندر کیا، اگر ہوتے سکندر سیکڑوں
[کلیات آتش، ر، ن، ص:282]

۔ نہ آگے گئی اس سے وہ خشم خوردبین / مگر آئینہ حد اسکندری ہے
[گلزار داغ، ص:۱۸۱]

احوالِ جم: احوالِ جم یعنی جامِ جم کی تلمیح اُردو اور فارسی کلاسیکی شعرا نے بکثرت استعمال کی ہے اور یہ ایک مشہور تلمیح ہے۔ جمشید نے اپنے زمانے کے سائنس دانوں کی مدد سے ایک ایسا پیالہ تیار کرایا تھا۔ جس میں وہ دُنیا کے مختلف حصوں کا مشاہدہ کرتا تھا۔

۔ دیکھے ہزار آئینہ و جام عمر بھر / افسانہ سکندر و احوال جم غلط [گلزار داغ، ص:۱۴۵]

اَسفند: اسفند، ایران کے افسانوی بادشاہ "گشتاسپ" کا بہادر بیٹا جس نے 'چین اور توران' سے جنگ میں نام پیدا کیا۔ اس نے ایران کے کھوئے ہوئے صوبوں کو تورانیوں سے چھین لیا اور ایران کا قومی پرچم بھی جو تورانیوں کے قبضے میں چلا گیا تھا وہ جیت لیا۔

۔ ناصح بھی رشک رستم و اسفندیار ہے / وقت کلام میری کڑی بات سہہ گیا [مہتاب داغ، ص:۴۰۹]

افراسیاب: افراسیاب ایرانی روایات کے مطابق تورانیوں کا افسانوی بادشاہ جس نے آریاؤں کی شان و شوکت حاصل کرنے کی بے سود کوشش کی۔ اسے انتقاماً "خسرو" نے قتل کر دیا تھا۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ـ بنے ستم وسام وگیو نریماں / رہے رشک افراسیاب اول اول [مہتاب داغ، ص:۸]

امرد پرست: امرد پرست ایک ایرانی روایت ہے جس میں خوبصورت لڑکوں سے محبت کا دم بھرا جاتا ہے اور ان کے عشوہ وغمزہ اور ناز نخرہ کو سو سو جان سے دل پر لیا جاتا ہے۔ امرد پرستی کی روایت حافظؔ، فردوسیؔ، رودکیؔ، شیرازیؔ سے سراجؔ، ولیؔ، ناسخؔ سے ہوتی ہوئی آتشؔ اور بعد ازاں داغؔ تک پہنچی نظر آتی ہے۔

ـ امرد پرست ہے تو گلستاں کی سیر کر / ہر نونہال رشک ہے یاں خُرد سال کا [کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:106]

انا لحق: انا لحق؛ اُردو شعر وادب میں یکساں مستعمل و معروف تلمیح ہے۔ منصور نے رب تعالیٰ کے عشق میں فریفتگی کے عالم میں "انا لحق" یعنی میں حق ہوں" پکارا اتو س جرم میں انھیں پھانسی دی جس کے بعد ان کی نعش کو جلا کر دریائے دجلہ میں بہا دیا گیا تھا۔

ـ دعویٰ باطل سے ہو جاتے ہیں اکثر نامور / شہرہ کیا بانگ انا الحق نے کیا منصور کا
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:24]

ـ دار پر بھی مجھے کھینچیں تو انا لحق نہ کہوں / سُرخ ہر چند ہو میری مے منصور کے ساتھ
[کلیاتِ آتش، ہائے ہوز:331]

باغِ ارم، باغِ شداد: باغِ ارم سے مراد شداد بادشاہ کا بنایا ہوا وہ باغ ہے جسے جنت کا ذکر سن کر زور وشور سے بنوایا گیا تھا لیکن شداد بادشاہ کو اس باغ میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا اور اس کا انتقال ہو گیا۔ کلاسیکی غزل میں باغِ ارم حسرت و یاس وناامیدی کا استعارہ ہے۔

ـ کیا کرتا ہے گردوں بے نشاں بنیادِ ظالم کو / کہیں ہوتا نہیں شداد کا باغِ ارم پیدا
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:91]

ـ وارستہ خاطری نے کیا داخلِ بہشت / صحرائے بے تعلقی، باغِ ارم ہوا [کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:107]

ـ کوچہ دشمن کو وہ جنت کہیں / مٹ نہ گیا باغ ارم کی طرح [گلزار داغؔ، ص:۹۰]

بالِ ققنس: بال ققنس یعنی ایک ایسا تخیلی یا افسانوی پرندہ ہے۔ قدیم اوستا چینی اور دیومالائی کہانیوں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مرتے وقت یہ خود کو دل سوز سُر کی لے سے جلا لیتا ہے اور اس کی راکھ سے پھر ققنس پید ہو جاتا ہے۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ے اے پری کب مشتعل ہو آتشِ رنگ حنا/ بال قفس کی طرح جھاڑیں شرارے ہاتھ پاؤں
[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول: 339]

بُت خانہ آزر/آذر: آزر، حضرت ابراہیمؑ کے والد محترم (بعض کے نزدیک چچا) تھے۔ یہ اپنے فن میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ یہ ایک ماہر بت تراش اور بتوں کا بیوپاری تھا۔

ے اے تصور کیوں بتوں کو جمع کرتا ہے یہاں/ دل مراکعبہ ہے کچھ بُت خانہ آذر نہیں
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص: 207]

ے نقشِ پا کی صورتیں وہ دل فریب/ تو کہے بُتِ خانہ آزر کھلا [دیوان غالب، ص: ۲۱۳]

بتسیون: بتیسون سے مراد کوہ بتیسون ہے۔ یہ پہاڑ فرہاد نے شیریں کے لیے کاٹ کر نہر میں تبدیل کر دیا تھا لیکن اس عمر بھر کی مشقت کے باوصف فرہاد کو شیریں نہ مل سکی اور اس نے مایوس ہو کر خودکشی کر لی تھی۔

ے آتش جو بتیسون بنایا تو کیا کیا/ شیریں کے دل میں گھر تو نہ فرہاد سے ہوا [کلیات آتش، ر، الف، ص: 122]

بدخشاں: بدخشاں کے بارے میں مختلف آرا ملتی ہیں۔ بدخشاں میں لعل یعنی ہیرے بہت قیمتی پائے جاتے ہیں۔ شعرا محبوب کے ہونٹوں کو لعلِ بدخشاں کے مماثل قرار دیتے ہیں۔

ے بوسہ ءلب کیا ابھی زلفوں ہی میں اُلجھا ہے دل / ہو گیا ثابت ختن سے بھی بدخشاں دور ہے
[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح ۲، ص: 105]

ے بوسہ ءلب نے ترے وصل کی شب اے محبوب! / حاصلِ ملکِ بدخشاں و یمن مجھ کو دیا
[کلیات آتش، ر، الف، ص: 95]

بلبل شیراز: بلبل شیراز شیخ سعدی ادبی و شخصی تلمیح ہے۔ آپ ایک بہت بڑے معلم مانے جاتے ہیں۔ گلستان و بوستان؛ سعدی" کی شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔ ان کی تصانیف کے دُنیا کی سیکڑوں زبانوں میں اب تک تراجم ہو چکے ہیں۔

ے چل کے ناسخ گلشنِ شیراز کو آباد کر / آشیاں ویراں پڑا ہے بلبلِ شیراز کا [کلیات ناسخ، جلد اول، ص: 46]

ے میری غزلوں کی چمن بندی جو دیکھے اک نظر   پھر نہ خوش آئے گلستاں بلبلِ شیراز کو

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:294]

ے اے داغؔ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی/ہر شعر میں ہو بلبل شیراز کا انداز [مہتاب داغ، ص:۴۴۵]

بنات النعش گردوں: "علم نجوم کی اصطلاح میں بنات النعش سے مراد وہ سات ستارے ہیں جو قطب شمالی کے گرد پھرتے نظر آتے ہیں۔ان میں چار جنازے کی شکل میں اور تین جنازہ اُٹھانے والے دکھائی دیتے ہیں۔چار ستاروں کو جنازے اور تین کو جنازہ بردار سمجھا جاتا ہے"(5)۔غالب نے بنات النعش سے مراد "معشوقاؤں کا جمگھٹ" لیا ہے۔

ے تھیں بنات النعش گردوں دن کو پردے میں نہاں/ شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

[دیوان غالب، ص:۱۰۲]

بہزاد: بہزاد، ایران کا ایک مشہور مصور تھا جسے مانی کا ہم عصر اور مدِمقابل خیال کیا جاتا ہے۔بہزاد کو تصاویر بنانے میں بڑا کمال حاصل تھا۔اس نے "تیمور نامہ اور بوستان سعدی" میں تصاویر بنائی جو تا حال اہمیت و قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

ے ادا کھینچ سکتا ہے بہزاد اس کی/کھنچے صورت ایسی تو یہ ہم نے مانی [دیوان اول، میر، ص:۶۹۳]

ے صورت کو تیری دیکھ کے کھنچتی ہے جاں خلق/دل اپنا تھام تھام کے بہزاد رہ گیا [گلزار داغ، ص:۴۸]

بیدلؔ: مرزا عبدالقادر بیدل ہندوستانی فارسی شاعری کے بہت بڑے شاعر ہیں جن کی فکر اور اندازِ سخن وری سے جملہ کلاسیکی شعرا نے استفادہ کیا اور اس کے رنگ میں لکھنے کی کوشش کا تتبع کیا۔میر، سراج اورنگ آبادی، ولی دکنی، ناسخؔ کے بعد آتش، غالب، مومن سمیت سیکڑوں شعرا نے بیدل کے رنگ کو شاعری کا اعجاز قرار دیا ہے۔

ے سبحہ رُا بگسست واز بہر کمر زنار ساخت/مثلِ بیدلؔ ان دنوں ناسخؔ بھی بے دیں ہو گیا

[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:72]

پردہ قاف: قاف کی پریاں؛ایک معروف افسانوی وادبی تلمیح ہے۔"کوہ قاف ایک طویل پر اسرار پہاڑی سلسلے کا نام ہے جس کی درست سمت کا تعین مورخین ہنوز نہیں لگا سکے۔اس طویل پر اسرار پہاڑی سلسلے دامن کوہ میں پریوں کی ایک دُنیا آباد ہے جس سے منسوب بیسیوں واقعات اور کہانیاں زبان زدِ خاص و عام ہے۔

ے اے پری! میرے تصور کی نہیں تجھ کو خبر/پردہء قاف میں پنہاں ہو تو کر لوں پیدا

[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح، اول:54]

پری لقا: پری لقا؛ معروف افسانوی تلمیح ہے۔ اکثر داستانوں میں مرقعِ حسن کے اظہار کا پرتو قرار دی گئی ہے۔ ایسا محبوب جس کے حُسن و جمال کی تاب لانا عاشقِ بے کس کے اختیار میں نہ ہو، اسے پری لقا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہوش اُڑتے ہیں دیکھ کر ان کو/ ایسے دیکھے پری لقا نہ سنے [آفتابِ داغ، ص:۳۲۳]

پرویز: ایران کے بادشاہ خسرو دوم کا لڑکا جس نے 590ء میں تخت پر بیٹھ کر ایک پُر زور مطلق العنان حکومت کی تھی۔ اس کی سنگ دلی اور طرزِ حکمرانی کے حوالے سے مختلف آرا تاریخی قصص میں مندرج ہے۔ "پرویز کی خوبصورت بیوی جس کا نام شیریں تھا۔ اس پر ایک کوہ کن فرہاد عاشق ہو گیا تھا۔ جسے پیرزن کی مدد سے پرویز نے دُھوکے سے اپنی جان لینے یعنی خود کشی پر آمادہ کر کے اس کو اپنے انجام تک پہنچا دیا تھا"(6)۔ پرویز، شیریں اور فرہاد سے متعلق دسیوں تلمیحات کلاسیکی غزل میں مستعمل ہیں۔

کم نہ اے شیریں سمجھ پرویز سے/ کوہ کن کے سر کو تیشہ تاج ہے [کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح، ص:73]

بے ستوں پیچھے بنا، کھودا اس کو پہلے کوہکن/ دل میں شیریں کے ہوا ہے وہ جو گھر پرویز کا
[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:142]

پیرِ خرابات: پیر خرابات یا پیر زال متصوفانہ تلمیح ہیں۔ اس سے مراد بوڑھا آدمی جو شراب خانوں میں شراب بیچتا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں یہ ایک مکمل اور تکمیل پیشہ ہے جو ایک شاگرد کو رسم و رواج ترک کر کے غربت اور فنا پر چھوڑ دیتا ہے

اے شیخ فیض پیر خرابات دیکھنا/ جو حال پیر کا ہے وہی ہے مرید کا [گلزارِ داغ، ص:۱]

کہاں نوجوانوں کو دنیا سے دل لگی کا مزہ/ یہ پیر زال بلا سے ادھیڑ ہی ہوتی [متفرقات داغ، ص:۷۸۲]

پیرِ مغاں: پیر مغاں متصوفانہ تلمیح ہے۔ فارسی شاعری میں پیر مغاں حافظ شیرازی کی شاعری کا بنیادی کردار ہے۔ حافظؔ اور رومیؔ کے شاعری میں پیر مغاں کی اصطلاح ان کے لیے استعمال ہوئی ہے جو شراب کا کاروبار کرتے ہیں۔

گر کوئی پیرِ مغاں مجھ کو کرے، تو دیکھے پھر/ میکدہ سارے کا سارا صرف ہے اللہ کا
[دیوانِ اول، میر، ص:۹۸]

ـ یہ اِلتجا ہے پیرِ مُغاں کی جناب میں / رکھوں میں ساقِ ساقیء گلفام دوش پر [کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:130]

ـ بہار آئی ہے، نشے میں جھومتے ہیں / مریدانِ پیرِ مغاں کیسے کیسے [کلیاتِ آتش، یاے تحتانی:441]

ـ زاہد کمال پیر مغاں تجھ سے کیا کہوں / مر شد وہاں خطاب ہے ادنیٰ مرید کا [گلزارِ داغ، ص:۱]

پیر زن: پیر زن ایک بڑھیا تھی جس نے فرہاد کو شیریں کی وفات کی جھوٹی خبر سنائی تھی جسے سُن کر فرہاد نے تیشہ سر پر مار کر خود کشی کر لی تھی۔ فرہاد نے شیریں کے لیے کوہِ بتسیون کاٹ کر راستہ بنایا تھا۔

ـ بازر کھا باطنِ پیر مغاں نے شیخ کو / مل گیا اُس پیر زن کو غیر سے اک پیرِ مرد [دیوان اول، میر، ص:۲۷۶]

ـ پیر زن نے کوہکن کا کام آخر کر دیا / زور کا کچھ بس نہیں چلتا ہے ہر گز زور سے

[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:344]

ـ دم فنا اپنا کرے گا کوہکن سر پھوڑ کر / غمزہء شیریں فریبِ پیر زن ہو جائے گا

[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:127]

ـ دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کے پانو / ہیہات! کیوں نہ ٹوٹ گئے پیر زن کے پانو

[دیوان غالب، ص:۱۱۲]

پیر زال: پیر زال سے مراد بہت بوڑھا شخص یعنی اتنا معمر کہ اس کے بال سفید ترین ہو جائیں۔ تاریخ میں ایسے ایک بچے کا ذکر ملتا ہے جس کے شیر خوار عمر میں بال سفید تھے۔

ـ کس کس بشر کو لائی ہے دُنیا فریب میں / کیا کیا خواں مرید ہے اس پیر زال کا

[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:106]

پیرِ مرد: پیر مرد ایک ادبی اور متصوفانہ تلمیح ہے۔ کلاسیکی غزل میں اس تلمیح کو بطور ترکیب، استعارہ اور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔ کلاسیکی غزل کی بُنت میں فارسی ادبیات و موضوعات کی حامل تلمیحات و تراکیب کو جدت سے ہمکنار کیا ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں: "میر نے شاعری کی زبان وضع کی اور فارسی اثرات کی خوش آہنگ آمیزش سے اس کے اظہار کی جملہ رفعتوں کو ایک شیرِ خوار بچے کی زبان کی لکنت سے آزاد کر دیا کہ یہ گنگ ہونے کے باوجود گویا ہوتی دکھائی دیتی ہے"۔ (7)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ـ باز رکھا باطنِ پیر مغاں نے شیخ کو/ مل گیا اُس پیرزن کو غیر سے اک پیر مرد [دیوان اول، میر، ص:۲۷۶]

تخت کَے : تخت کے" سے مراد (ایرانی) بادشاہ عالی مرتبت و قدر و منزلت کے ہیں۔ 'کے' کی جمع 'کیانی' ہے۔ فردوسی کے مطابق اس خاندان کے بادشاہوں میں 'کیقباد، کیخسرو، کیکاؤس، مہراسپ، مشہور ہوئے۔ ان کے دورِ حکومت کو تاریخ ایران کا دورِ زریں قرار دیا جاتا ہے۔

ـ جس دل میں کہ تاب کے سما جائے/ واں عزتِ تخت کے نہیں ہے [دیوان غالب، ص:۱۵۱]

تریاکیِ قدیم: تریاکیِ قدیم سے مراد تریاک یعنی زہر کے اثر کو زائل کرنے والی دوا ہے۔ تریاکیِ قدیم سے مراد ایسا زہر/ نشہ ہے جس کا اثر زائل نہ ہو۔ ایسے شخص کو 'چنڈو، نشئی یا افیمی' کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں اسے تریاکیِ قدیم سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ـ تازہ نہیں ہے نشہ فکر و سخن مجھے/ تریاکی قدیم ہوں، دودِ چراغ کا [دیوان غالب، ص:۴۰]

تیغِ صفاہانی: تیغ صفاہانی کا ناسخ کے عہد میں بہت چرچا تھا۔ جس طرح بدخشاں کے لعل کلاسیکی غزل میں محبوب کے سُرخ نازک پنکھڑیوں کے لیے بطور تشبیہ استعمال ہوتے ہیں؛ اسی طرح صفاہان کی تیغ بہادری و دلیری اور شجاعت کا استعارہ ہے

ـ ہے بہت شُہرہ دمِ تیغِ صفاہانی کا/ ابروے یار اگر دیکھ لے بیدم ہو جائے [کلیات ناسخ، جلد ۲، ح ۲، ص:147]

تنگ ظرفی منصور: تنگ ظرفی منصور فنایت کا فلسفہ ہے۔ فنایئت کے اس متصوفانہ فلسفہ کی بنیاد منصور نے نعرہ 'انا الحق' سے رکھی تھی جسے بعد ازاں بہت مقبولیت ملی۔ اب یہ ایک اسکول آف تھاٹ کے طور پر متصوفانہ مباحث میں شامل ہے۔

ـ قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن/ ہم کو تقلید تُنک ظرفی منصور نہیں [دیوان غالب، ص:۹۴]

تیشہ فرہاد : تیشہ فرہاد؛ تلمیح کلاسیکی غزل میں یکساں مستعمل ہے۔ تیشہ اس بِسوئے کو کہتے ہیں جو پتھر کاٹنے میں استعمال ہوتا ہے۔ فرہاد ایک کوہ کن تھا جو ماہر بت تراش تھا۔ اس نے پرویز/ خسرو پرویز ایک بادشاہ کی بیوی شیریں کے عشق کی آزمائش میں کوہِ بتیسوں کو کاٹ ڈالا مگر فرہاد کو شیریں مل نہ سکی

- میر ؔہم جبہہ خراشوں سے کسو کاذکر کیا/وے ہنر ہم میں ہیں، تھے تو تیشہ فرہاد میں
[دیوان چہارم، میر، ص:۴۵۲]
- آج مجھ شوریدہ سر کی جانِ شیریں جائے گی/کوہ تڑوائے ہیں اُس نے تیشہء فرہاد سے
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:410]
- فرہاد سر کو پھوڑ کے تیشے سے مر گیا / شیریں نے ناپسند مگر بے ستوں کیا[کلیات آتش، ر،الف، ص:114]
- تیشہ فرہاد نے بے کار سنبھالا اے عشق/کام بنتا جو ذرا دل کو سنبھالا ہوتا[مہتاب داغ، ص:۳۸۸]

تیمور لنگ/تُربتِ تیمور: تیمور؛ مشہور فاتح سپہ سالار تھا جو سیدھی ٹانگ میں لنگ ہونے کی وجہ سے "تیمور لنگ" کہلاتا تھا۔ ہلاکو کی صحبت نے اسے خونخار، جابر اور سفاک بنا دیا تھا۔ نرم طبیعت کے باوجود ایک ظالم، سخت گیر اور بے حس حکمران کے طور پر مشہور ہوا۔

- توڑیں جو پاوں تو بھی جہاں میں پھرے حریص / بیٹھا گیا نہ کونے میں تیمور لنگ سے
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:449]
- پاشکستہ جو ہے کرتا ہے جہاں میں سلطنت/یہ صدا آتی ہے ہر دم تُربتِ تیمور سے
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:344]

جا گیر سمندر: جا گیر سمندر؛ تلمیح سے مراد سمندر یعنی ایک مخصوص کیڑا یا جانور ہے جو قد میں چوہے کے برابر اور صورت میں گرگٹ ایسا ہوتا ہے۔ جا گیر سمندر سے مراد یہاں قدیم آتشکدہ ہے جو ایرانیوں کے آتشکدوں سے مماثلت رکھتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عنقا کی طرح سمندر بھی افسانوی جانور ہے۔

- جاری تھی اسدؔ داغ جگر سے مری تحصیل/آتشکدہ جا گیر سمندر نہ ہوا تھا[دیوان غالب، ص:۴۴]

جامِ جم/جامِ جمشید/جامِ جہاں نما: جامِ جم/جامِ جمشید کلاسیکی فارسی اُردو اور عربی غزل میں یکساں مستعمل معروف تلمیح ہے۔ جمشید ایک معروف بادشاہ گزرا ہے جس نے ایک ایسا طلسمی پیالہ بنایا تھا جس میں وہ کائنات کے اَسرار کو دیکھ لیتا تھا اور اپنے تئیں نظامِ حکومت کے تمام تر نقص کو پیشگی حل کر لینے کی صلاحیت سے متصف تھا۔

- عیاں ہے ہر حبابِ بحر سے کیفیتِ دُنیا/برائے چشمِ بینا ہیں ہزاروں جامِ جم پیدا

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:90]

ـ نظر آیا تماشائے جہاں جب بند کیں آنکھیں/صفائے قلب سے پہلو میں ہم نے جامِ جم پایا
[کلیات آتش، ر، الف، ص:58]

ـ جامِ جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر/سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے [دیوان غالب، ص:۲۲۷]

ـ ہمیں چشم بیناد کھاتی ہے سب کچھ/وہ اندھے ہیں جو جام جم دیکھتے ہیں [مہتاب داغ، ص:۴۷۳]

جالینوس: جالینوس یونان کا ایک بہت بڑا حکیم فلسفی گزرا ہے۔ جس نے طب میں لازوال شہرت حاصل کی۔ جالینوس کی شخصیت کے بارے میں مختلف آرا ملتی ہیں۔"جالینوس نے مختلف تجربات کے ذریعے طب کے علم کو وسعت عطا کی۔ اواخر عمر میں اس نے بندروں پر تجربات شروع کیے۔ اسے اٹانومی کا بابائے آدم کہا جاتا ہے"۔(8)

ـ وہ نہیں میرا جنوں ناسخ جو ہو درماں پذیر/نبض اگر دیکھے مری، سودا ہو جالینوس کو
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:270]

ـ آہِ سرد واشکِ گرم ورنگ زرد ودردِ عشق/دے جو معجون کو ترکیب، جالینوس ہے
[کلیات آتش، یاے تحتانی:383]

جامیؔ: جامی؛ مولانا عماد نور الدین عبدالرحمٰن عموماً جامی کے نام سے مشہور و معروف صوفی شاعر اور مؤرخ ہیں۔ مولانا جامی صوفی با عمل شاعر تھے۔ ان کے کلام و تصنیفات میں تربیت کا عنصر زیادہ فراواں ملتا ہے۔

ـ کوئی کچھ پڑھایا کرے مغ بچوں کو/یہ بس یاد اشعار جامی کریں گے [مہتاب داغ، ص:۳۹۹]

جوئے شیر: جوئے شیر سے مراد "دودھ کی نہر" ہے۔ یہ وہ نہر ہے جس کے بارے میں قصہ مشہور ہے کہ فرہاد نامی ایک سنگ تراش نے ایک بادشاہ خسرو پرویز کی خوبصورت بیوی شیریں کے لیے مدتوں کوہ بتیسوں کاٹ کر اس میں دودھ کی نہر بہائی تھی۔

ـ دیکھنا ہمت کو ساتھ اس کے بہادی جوئے خوں / تھی طلب شیریں کو جوئے شیر کی فرہاد سے
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:407]

ـ جانِ شیریں مزدِ جوئے شیر میں تیشے کو دی/حوصلے سے اپنے باہر کوہ کن بے چارہ تھا

[کلیاتِ آتش،ر،الف،ص:95]

ـ کاوکاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ / صبح کرنا شام کالانا ہے جوئے شیر کا [دیوان غالب،ص:۱۳]

ـ فرہاد جوئے شیر سے مشہور ہو گیا / آتا ہے کام وقت پر ادنیٰ ہنر بھی کیا [مہتاب داغ،ص:۴۰۶]

جیحوں: دریائے جیحوں یا آمو دریا وسط ایشیا کا سب سے بڑا دریا ہے۔۔دریائے جیحوں کا ذکر میر، سراج اور نگ آبادی، قائم، سودا، مصحفی اور ناسخ کے ہاں تسلسل سے ملتا ہے۔ان کلاسیکی شعرانے دریائے جیحوں کو آنکھ سے تشبیہ دی ہے۔

ـ آنکھ بھر کر دشت کو دیکھا تو جیحوں ہو گیا / ٹھوکریں کھا کھا کے میری کوہ ہاموں ہو گیا

[کلیاتِ ناسخ، جلد اول،ص:55]

ـ برابر جانتے ہیں خشک وتر کے جزو وکل کو ہم / جو ذرہ ہے وہ ہاموں ہے، جو قطرہ ہے وہ جیحوں ہے

[کلیاتِ ناسخ، جلد اول،ص:416]

ـ پھرتے پھرتے جستجوئے گوہر مقصود میں / بیٹھ کر رویا گھڑی بھر میں جہاں جیحوں ہوا

[کلیاتِ آتش،ر،الف،ص:139]

چاہِ رُستم: چاہِ رُستم کابل کے اُس کنویں کو کہتے ہیں جس میں رُستم گر کر ہلاک ہوا تھا۔

ـ ہے ترے چاہِ ذقن سے سبزہ خط کی نمود / مجھ کو اب مرنے کی خاطر چاہِ رُستم چاہیے

[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲،ح ۲،ص:81]

حافظ شیراز: حافظ شیرازی سے مراد مشہور فارسی شاعری حافظ محمد شمس الدین ہے جو حافظ تخلص کرتا تھا۔فارسی زبان وادب میں حافظ اپنی غزل کے علاوہ رُباعیات کے حوالے سے مشہورِ لافانی ہوا۔

ـ ناسخ کی غزل سُن کے کہا کرتے ہیں شاباش / آتی ہے مجھے حافظِ شیراز کی آواز

[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲،ح،اول:222]

ـ مست ناسخ مجھے رکھتا ہے کلام حافظ / میرے ساغر میں بجُز بادہء شیراز نہیں

[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲،ح،اول:312]

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

حرفِ ابجد: حروفِ ابجد ایک طلسمی اور ماورائی سا علم ہے جو چند حروف کی درست ترتیب پر مشتمل ہوتا ہے جس سے کائنات کے اَسرار و رموز تک رسائی ہونا سننے میں آتا ہے۔ کلاسیکی غزل میں حروفِ ابجد سے متعلق شعرا کی دلچسپی خاصی حیرانی لیے ہوئے پڑھنے کو ملتی ہے۔

- عبور اللہ نے اُس کو دیا ہے علمِ باطن کا/ لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرفِ ابجد کا
[دیوان ناسخ، جلد اول، ص:03]
- مصحفِ روئے حقیقت کی تلاوت سے کھلا/ عشقِ معشوقِ مجازی ابجدِ طفلانہ تھا
[کلیات آتش، ر، الف، ص:120]

حلب: حلب شام کا ہزاروں برس پرانا اور مشہور شہر ہے جو قدیم زمانے میں بہت بڑا تجاری مرکز تھا۔ اس شہر کا ریشمی اور سوتی کپڑا بہت مشہور تھا جو دُنیا بھر کی شرفا کے زنان خانوں میں ایک برانڈ کی حیثیت سے پہنا جاتا تھا۔ حلب کی مرکزی شہرت اس کے خوبصورت اور بے مثل آئینے ہوا کرتے تھے۔

- خط بنا آئینے سے کھل گئے گال/ اب حلب میں ہے، دل ختن میں نہیں [کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:266]
- آئینے میں زُلف، زُلفِ پُر شکن میں آئینہ/ یہ حلب میں مُشک ہے، وہ ہے ختن میں آئینہ
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:303]
- رُخسار صاف چاہیے نظّارے کے لیے/ آئینہ ہو حلب کا ہو یا ہو فرنگ کا [کلیات آتش، ر، الف، ص:133]

حمزہ کا قصہ: حمزہ کا قصہ؛ طول الطویل اور ضخیم داستان کو کہتے ہیں جو شیطان کی آنت کی طرح دراز ہو اور اس کا کوئی منطقی انجام نہ ہو۔ حمزہ کا قصہ ایک فرضی داستان ہے جس میں امیر حمزہ کے کارناموں کا ذکر ملتا ہے۔"غالب نے داستانِ عشق کا داستانِ حمزہ سے موازنہ کیا ہے، بلکہ اس کو داستانِ حمزہ سے زیادہ دلچسپی اور اہمیت کا حامل دکھایا ہے، غالب قصہ حمزہ کو جھوٹ اور قصہ عشق کو سچ سمجھتا ہے"۔(9) داستان امیر حمزہ کا شمار ادبِ عالیہ میں ہوتا ہے۔

- ہر بن موسے دمِ ذکر نہ ٹپکے خوناب/ حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا [دیوان غالب، ص:۳۳]

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

خامہ مانی :مانی ایک معروف تلمیح ہے۔مانی ایک مشہور مصور، نقاش اور قدیم ایرانی مذہب کا بانی تھا۔اس نے زرتشتی اور مسیحی مذہب کو باہمی مدغم کر کے "فرقہ مانویہ" کے نام سے اپنے مذہب کا احیا کیا ۔"مانی اژرنگ" اور "مرقع اژرنگ اس کی تخلیقی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

- زلف تحریر پریشانِ تقاضا ہے، مگر/شانہ ساں، موں بہ زباں خامہ مانی مانگے[دیوان غالب، ص:۱۱۸]
- کھینچے گر مانی اندیشہ چمن کی تصویر/سبز، مثل خطِ نوخیز ہو، خطِ پرکار[دیوان غالب، ص:۲۰۳]

خامہ بہزاد: خامہ بہزاد/افعی بہزاد؛ تلمیح مشہورِ زمانہ مصور کمال الدین بہزاد سے منسوب ہے۔بہزاد اپنے زمانے کا سب سے بڑا اور مصور تھا جس کی بنائی ہوئی لفظی تصویریں فرماں رواؤں (صفوی خاندان) کے محلوں میں آویزاں رہا کرتیں تھیں جس کا ثانی دور دور تک کوئی نہ تھا۔بہزاد مصوری کے علاوہ بھی صلاحیت متصف تھا تاہم اسے بطور مصور زیادہ شہرت ملی۔

- اس کی تحریر سے منقوش دلوں پر تا حشر/خامہ فکر ہے کچھ خامہ بہزاد نہیں[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:310]
- زندگی بھر سائے کے مانند میرے ساتھ ہے/عشق گیسو میں ہے عادت افعی بہزاد کی
[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، ۲، ص:159]

خسرو: خسرو جو خسرو پرویز کے نام سے شیریں فرہاد کے مشہور قصے کا ولن ہے اپنے کبر اور مطلق العنان طرزِ اختیار سے فرہاد کو دُھوکے سے شیریں سے دور کرتا ہے اور خودکشی پر مجبور کر دیتا ہے۔خسرو اس کا لقب تھا اور پرویز نام تھا۔

- غالب! مرے کلام میں کیوں کر مزہ نہ ہو/پیتا ہوں دُھوکے خسرو شیریں کے پانو
[دیوان غالب، ص:۱۱۲]
- مر گئے خسرو جمشید سے میکش لاکھوں/رونق ساغر و آرائش محفل ہے وہی[آفتاب داغ، ص:۳۲۲]

خسرو گلگوں: گلگوں شیریں کے گھوڑے کا نام تھا جو اسے بہت عزیز تھا۔شیریں سیر کرنے اور کبھی کبھار خسرو کو جُل دے کر فرہاد کی کوہ کنی کا نظارہ کرنے اس گھوڑے پر جایا کرتی تھی۔گلگوں کی وفات نے شیریں کے حسن کو زائل کر دیا اور مہینوں شیریں اپنے سدھائے اور پالے ہوئے گھوڑے کی موت پر شدید دُکھی رہی۔

- باد کے گھوڑے پہ تھے اس باغ کے ساکن سوار/اب کہاں فرہاد و شیریں، خسرو گلگوں کہاں

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

[دیوان ششم، میر، ص:۴۴۹]

داستانِ رُستم: داستانِ رُستم سے مراد مشہور پہلوان سپہ سالار رستم کی شخصیت مراد ہے۔ رستم نے ضحاک کو اپنی دلیری اور عسکری صلاحیتوں کے بل بوتے پر شکست دی اور ایرانی سلطنت کے وسیع قیام کے لیے راہ ہموار کی۔"رستم زال کا سپہ سالار تھا اس کی سپہ گری اور علوم وفنون میں دلچسپی کے باعث قدیم فارسی ادبیات میں اس کا نام سر فہرست لیا جاتا ہے"۔(10)

- ہوتا ہے زردُس کے جو نامرد مدّعی /رُستم کی داستاں ہے ہمارا فسانہ کیا[کلیات آتش،ر،الف،ص:63]
- آئینے سے ہو جائے گی اس رخ کی صفائی/یہ کینہ دارا و سکندر تو نہیں ہے[مہتاب داغ،ص:۵۴۸]

درفش کاویانی: درفش کاویانی ایک جھنڈا ہے جو اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے۔تاریخ ایران میں درفش کاویانی کا تذکرہ بڑی صراحت سے ملتا ہے۔جنگوں کے مابین اس جھنڈے نے بطور علَم کے کام کیا اور یہ ایک ناقابلِ شکست قوم کی علامت کے طور پر اُردو شاعری میں مذکور رہا ہے۔

- خم نہ کردے کیوں درفش کاویانی کو علم/نقس صدر صدر جو ہو اُس کے علم بردار کا
[کلیات ناسخ، جلد ۲،ح،اول:98]

دستِ سکندر: سکندر عظیم ناقابل شکست فاتح گزرا ہے جس کی شجاعت اور بہادری کی داستانیں دُنیا بھر کی زبان میں ادبیات کا حصہ ہیں۔سکندر نے مختصر وقت میں تخت حاصل کیا اور پندرہ برس کی مسلسل محنت سے آدھی سے زیادہ دُنیا کو اپنی تلوار کے نیچے لانے میں کامیاب ہوا۔سکندر نے موت کو شکست دینے میں ناکامی کا اعتراف کیا۔

- کفِ افسوس کے ملنے کو کفن سے ناسخ/نکلے تھے بعدِ فنا دستِ سکندر باہر[کلیات ناسخ، جلد ۲،ح،اول:215]

دیوارِ جو، دیوار قہقہہ، سد سکندری: دیوارِ جو؛ایک تاریخی تلمیح ہے۔اس کا ذکر قدیم قصص میں ملتا ہے۔ادبیات عالم کے شعرا نے دیوارِ جو کو اپنے اپنے انداز میں بیان کیا اور اس سے نت نئے معنی اخذ کیے ہیں۔اس دیوار کو سکندر سے منسوب کیا جاتا ہے اور کہیں ضحاک اور خضر سے بھی جوڑا جاتا ہے۔بعض کے نزدیک یہ فسانہ ہے اور کچھ کے نزدیک حقیقت سے متعلق ہے۔

- یاں سرِ پُر شور بےخوابی سے تھا دیوارِ جو/واں وہ فرقِ ناز محو بالش کمخواب تھا[دیوان غالب،ص:۲۵]

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

- بنا ہوں کیا گلِ دیوارِ قہقہہ سے میں / جو مجھ کو دیکھ کے بُت قاہ قاہ کرتے ہیں
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:241]
- حیرتِ اندازِ رہبر ہے عناں گیر اے اسدؔ / نقشِ پائے خضر، یاں، سدِ سکندر ہو گیا [دیوان غالب، ص:۴۷]
- کوئی روکے سے کہیں رکتا ہوں میں شوریدہ / سر توڑ ڈالوں ہوا گر سد سکندر سامنے
[مہتاب داغ، ص:۵۴۹]

رخشِ رُستم: رخشِ رستم؛ مشہور فاتح پہلوان رستم کا گھوڑا تھا جو سرخ اور سفید رنگ کی آمیزش کی جلد رکھتا تھا۔ مشہور ہے کہ رُستم نے سہراب کے مقابلے میں اسی رخش پر سواری کی تھی اور کئی محاذ اور محاصروں میں رستم کی یقینی فتح اسی رخش کی وجہ سے تھی۔ رستم کے رخش کی نسبت سے فردوسی نے شاہنامہ میں تخیل کی بلند پروازی سے عجیب قصے بیان کیے۔

- کیا کوئی موذی ہے تیرے سامنے اے شہ سوار / رخشِ رُستم کی طرح قاتل ہے جوڑا سانپ کا
[کلیات ناسخ، جلد۲، ج، اول:128]

رُستم: رستم؛ ایران کا مشہور افسانوی ہیرو، حاکم اور پہلوان تھا۔ فارسی ادب میں کثرت سے اس کا ذکر موجود ہے۔ ایرانی فوج کا مدت دراز تک سپہ سالار رہا۔ رستم کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کسی سے بھی زیر نہ ہوا۔ اس نے جس ملک پر یلغار کی اُسے فتح کر کے چھوڑا۔

- اِستادہ جہاں میں تھا میدانِ محبت میں / واں رُستم اگر آتا تو دیکھ کے ٹل جاتا [دیوان اول، میر، ص:۹۲]
- زور مردانہ اکھاڑا ہے ،اکھاڑا عشق کا / چار دن کشتی لڑا جو اس میں وہ رستم ہوا [کلیات آتش، ر، الف، ص:141]
- ہے ناتواں عشق محمدؐ میں پہلوان / رستم سے ہو مقابلہ کب اس نحیف کا [گلزار داغ، ص:۳۰]

رشک ارم: کلاسیکی غزل میں ارم، ایسی تلمیح برابر استعمال ہوتی آئی ہے۔ "ارم اس جنت کا نام ہے جو عاد کے بیٹے 'شداد بن عاد' نے جنت عدن کے جواب میں بنائی۔ جب یہ عالیشان محلات تیار ہو گئے اور شداد نے اپنے روسائے

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

مملکت کیساتھ اس میں جانے کاارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا یہ سب ہلاک ہو گئے اور وہ محلات بھی مسمار ہو گئے"۔(11)

- وہ میں کہ مرا قصر ہر اک رشک ارم تھا/بستر ہی گدایانہ سر راہ گذر آج [گلزار داغ، ص:۷]
- داغ دلی تھی کسی وقت میں یا جنت تھی/سیکڑوں گھر تھے وہاں رشک ارم ایک نہ دو
[آفتاب داغ، ص:۳۰۸]

زال: زال؛سام بن نریمان کا بیٹا جو رستم کا باپ تھا۔پیدائش کے وقت اس کے بال سفید تھے؛اس لیے اس کا نام زال پڑ گیا۔باپ نے اسے منحوس سمجھ کر کوہ البرز میں بے یار مددگار چھینک دیا جہاں سیمرغ نے اس کی مدد سے اس کی پرورش کی تھی۔یہ تلمیح کلاسیکی فارسی شعرا کے توسط سے اُردو ادب میں آئی ہے۔

- ضعیف و قوی دونوں رہتے نہیں/نہ یاں زال ٹھہرا،نہ رستم رہا [دیوان چہارم، میر، ص:۸۹۱]

ساغرِ جم/ساغر جمشید: ساغرِ جم سے مراد ایک ایسا طلسمی پیالہ ہے جس سے دُنیا و ماورائے دُنیا کے تمام تر اَسرار کا علم ظاہر ہو جائے۔مشہور ہے کہ جمشید بادشاہ نے ایک پیالہ بنوایا تھا جس میں وہ گزشتہ اور پیش آمدہ حالات و واقعات کو دیکھ لیتا تھا۔اس پیالے یا جام کی نسبت سے سیکڑوں کہانیاں قدیم فارسی ادبیات کا حصہ ہیں۔

- تماشائے جہاں ہم دیکھتے ہیں کُنجِ غربت میں/ہمارے بوریے کا نقش خط ہے ساغرِ جم کا
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:43]
- میکدے میں دیکھیے چل کر طلسمات ِجہاں/موجِ مے کو آج خّطِ ساغرِ جم کیجیے
[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:375]
- وہ میں کہ میسر تھا مجھے ساغرِ جمشید/پیتا ہوں تو کرتا ہے کی خون جگر آج [گلزار داغ، ص:۸۷]

سرِ فغفور/کاسہ فغفور: سر فغفور اور کاسہ فغفور سے مراد مشہور چینی بادشاہت یعنی فغفوری سامراج ہے جس نے ایک زمانے تک دُنیا کے وسیع پیمانے پر حکومت کی اور اپنے ظلمِ کبر سے فرعونیت کی یاد تازہ کر دی۔کلاسیکی غزل میں کاسہ فغفور کی تلمیح عبرت کا استعارہ ہے

- کاسہ ءچینی پہ اے منعم نہ کر اتنا غرور/ہم نے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سرِ فغفور کو

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:263]

۔ دیکھنا اے اہلِ عبرت انتقامِ آسماں / بنتے ہیں جامِ گدا خاکِ سرِ فغفور سے [کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:346]

سرمہ صفاہاں: سُرمہ صفاہاں، ملک صفاہاں سے بن کر آتا تھا اور اس سُرمے کی برصغیر کے علاوہ دیگر خطوں میں بھی بہت مانگ تگی۔ خصوصاً امرا، روئسا اور شہزادیوں کے ہاں سرمہ صفاہاں کا استعمال بہت عام تھا۔

۔ اُٹھاوے نرگسِ شہلانہ آنکھ اوپرا گر دیکھے / مرے مرزا منش کی آنکھ میں سُرمہ صفاہاں کا

[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:118]

۔ ہاتھوں نے جو مہندی کو گلستاں سے نکالا / سُرمے کو ان آنکھوں نے صفاہاں سے نکالا

[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:137]

سرِ واژ گوں: سرِ واژ گوں اور کاسہ فغفور سے مراد مشہورِ زمانہ ناقابلِ شکست سورماؤں یعنی سپہ سالار بادشوں کا احوالِ انجام ہے۔ کلاسیکی غزل میں موت کے تصور کو جتنی صراحت اور وضاحت سے پیش کیا گیا ہے اس سے قبل یہ روایت فارسی اور عربی میں اتنی توانائی سے دکھائی نہیں

۔ ہوئی منظور محتاجی نہ تجھ کو اپنے سائل کی / بنایا کاسہ سرِ واژ گوں فغفور گدائی کا [کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:57]

سَمندر / بالِ سَمندر : سمندر اور بال سمندر ایک افسانوی ادبی تلمیح ہے جس کا ذکر ایرانی ادبیات میں تواتر سے ملتا ہے۔ یہ تلمیح فارسی شعری روایت کے زیر اثر اُردو میں رائج ہوئی۔۔ عنقا کی طرح سمندر بھی افسانوی جانور ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کلاسیکی غزل میں اسے ققنس، ہما اور عنقا سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

۔ آتشِ حُسن سے خلقت ہے دلِ عاشق کی / جس طرح آگ سے ہوتے ہیں سمندر پیدا

[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:26]

۔ کاغذ کی جا ہو بالِ سمندر تو میں لکھوں / مضمون گرم ہیں قلمِ شعلہ بار میں [کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:167]

شبِ یلدا : "شبِ یلدا ایرانی تہوار ہے جس میں رات بھر عمدہ کھانے پکائے اور کھلائے جاتے ہیں۔ اس رات ایرانی لوگوں کے گھروں، بازاروں اور محافل میں ایک خوشی اور نشاط کا ماحول ہوتا ہے۔ عمدہ عمدہ پکوان اور قسم قسم کے لذیذ

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

کھانے پکائے جاتے ہیں اور مہمانوں کو خصوصاً دعوت میں شریک کیا جاتا ہے"(12)۔حافظ، فردوسی، رودکی اور دیگر شعرا کی شاعری پڑھی جاتی ہے۔ ملک و قوم کے لیے دُعا کی جاتی ہے۔

- چوٹی اُس حور کی ایڑی سے بھی بڑھ چلنے لگی/ صبحِ محشر بھی اب اے شب یلدا دکھلا
[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:94]
- شبِ یلدا میں ہے مریخ ستارہ نکلا/اے پری سُرخ تری چوٹی میں موباف نہیں
[کلیاتِ آتش، ر، ن، ص:281]
- دیکھ کر تیرگی گور کو میں چونک پڑا/میں نے جانا کہ ابھی ہے شب یلدا باقی [گلزار داغ، ص:۱۷۶]

شداد: شداد؛کاذکر کلاسیکی شاعری میں تقریباً سبھی شعرا کے ہاں آیا ہے۔ مشہور ہے کہ اس نے جنت کا ذکر سُنا تو حسد کے بارے میں اس سے رہا نہ گیا۔اس نے خزانے کے منہ کھول دیئے اور جنت بنواڈالی مگر اسے دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

- اغنیا کو ہے یہاں حسرت، فقیروں کو ہے عیش/باغ میں مزدور ہی اچھے رہے شدّاد سے
[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:406]
- تیرے کوچے کے سوا ہو جو تمنائے بہشت/جاؤں دوزخ کو، مرا حشر ہو شداد کے ساتھ
[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح، اول:426]
- شداد کو خدا سے نہ کرنی تھی ہمسری/دوزخ میں گھر، بہشت کی تعمیر سے ہوا
[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:134]

شیریں: شیریں، خسرو پرویز ایرانی بادشاہ کی خوبرو بیگم تھیں جس پر فرہاد نامی ایک سنگ تراش عاشق ہو گیا تھا۔ فرہاد نے شیریں کے حصول کے لیے کوہ بتیسون کاٹ ڈالا لیکن اسے شیریں نہ مل سکی۔

- جانِ شیریں کب گئی ہے کوہکن کی رائیگاں/کہتے ہیں شیریں نے آخر آپ کو جوہر کیا
[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:93]
- غیر تجھ پر پھوڑتے ہیں سر عبث فرہاد ساں/تو اگر شیریں ہے تو ناسخ ترا پرویز ہے
[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:413]
- شیریں کے عاشق ہوئے پرویز کوہ کن/شاعر ہوں، میں یہ کہتا ہوں مضموں لڑ گیا

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:77]

۔ میری شامت کہ پڑھا قصہ شیریں میں نے/ مجھ سے وہ کہتے ہیں صاحب تمھیں فرہاد نہ ہو

[آفتابِ داغ، ص:۵]

صاحبقراں داستاں: صاحب بقراں سے مراد کل عالم کی سلطنت پر تختِ شاہی ہے۔ یہ لقب پرانے زمانے میں چینیوں اور یونانیوں کے بادشاہوں کے لیے متعین تھا۔امیر تیمور کو 'صاحبقراں اول' اور شاہجہاں کو 'صاحبقراں ثانی' کہا جاتا ہے

۔ ناتواں ایسا تری فرصت میں بے اغراق ہوں/ جس قدر صاحبقرانِ داستاں میں زور ہے

[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:328]

۔ تجھے اے تُرک! زیبا دعویٰ صاحبقرانی ہے/ مگر خنجر ترا لوحِ طلسمِ زندگانی ہے

[کلیاتِ آتش، یاے تختانی:407]

صائب: میرزا محمد علی صائب تبریزی کو صائب اصفہانی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ صائب ایک عظیم فارسی زبان کے غزل گو شاعر تھے۔انھوں نے تعلیم اصفہان سے حاصل کی۔ بادشاہ شاہ عباس نے " ملک الشعرا " کا خطاب عطا کیا صائب نے شاعری میں سبکِ ہندی کو اختیار کیا۔

۔ شعر صائب کا مناسب ہے ہماری اَور سے/ سامنے اُس کے پڑھے گر یہ کوئی جا آشنا

[دیوانِ اول، میر، ص:۹۶]

ضحاک: ضحاک ایران کا بے حد ظالم و جابر اور مطلق العنان بادشاہ تھا۔وہ عربی النسل تھا اور عربی قبیلے حمیر سے تعلق رکھتا تھا۔ ضحاک کے باب میں "مارِ ضحاک" کی تلمیح بھی مستعمل ہے۔اس کے شانوں پر سانپ اُگ آئے تھے جو اس کی موت کا سبب بنے۔مارِ ضحاک کو کلاسیکی غزل میں زلف و کاکلِ جاناں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

۔ الٰہی! سانپ نکلے مثلِ ضحاک اُس کی گُدی سے / زمانے میں نہ جس کو عشق ہو اُس بُت کی کاکل کا

[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:33]

۔ غیر کو ہے مضحکہ مجھ کو ہے سودائے زلف/ مثلِ ضحاک اُس کے شانوں میں ہو پھوڑا سانپ کا

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

[کلیات ناسخ، جلد ۲، ج،اول:128]

طاقِ کسریٰ: طاقِ کسریٰ سے مراد قیصر و کسریٰ ایرانی بادشاہوں کے تخت مراد ہیں۔ دینِ اسلام سے قبل ایرانہ سلطنت کا طنطنہ بہت عروج پہ تھا۔ حضور اکرمؐ کی ولادت کی رات ساسانی خاندان کے مشہور بادشاہ کسریٰ کا محل ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہلنے لگا اور اُس کے چودہ کنگرے ٹُوٹ کر زمین پر گر پڑے۔ فارس کی ہزار سال سے جلنے والی آگ ایک دم بجھ گئی تھی۔

ے طاق کسریٰ میں تزلزل آگیا ہے ایک بار/تُربت کسریٰ میں اب کے زلزلا ہو جائے گا

[کلیات ناسخ، جلد ۲، ج،اول:91]

ے تمہاری آنکھ پُتلی نہیں تہہ ابرو/صنم یہ چین سے کسریٰ کے طاق میں آیا[کلیات ناسخ، جلد ۲، ج،اول:114]

ے رفیع القدر ہر مصرع ہے اپنی بیتِ موزوں کا/نہ ایسا طاقِ کسریٰ تھا، نہ قصر ایسا فریدوں کا

[کلیات آتش، ر،الف، ص:125]

ظلِ ہما: ظلِ ہما سے مراد ہما پرندکا سایہ ہے۔ مشہور ہے کہ ہما پرند کا سایہ جس شخص پر پڑ جاتا ہے وہ ایک بادشاہ ضرور بنتا ہے۔ ہما ایک افسانوی پرندہ ہے جس کے بارے میں کئی کہانیاں اور قصے مشہور ہے۔

ے زیادہ زخم سے انسان کو احسان اُٹھانا ہے/نہ ہونا خوب ہے ظلِ ہمائے بادشاہی کا

[کلیات آتش، ر،الف، ص:82]

ے فقیری جس نے کی گویا کہ اُس نے بادشاہی کی/جسے ظل ہما کہتے ہیں، دریشوں کا کمبل ہے

[کلیات آتش، یاے تختانی:359]

ظہوریؔ: قدیم فارسی زبان کے مشہور شاعر مولانا نورالدین محمد تبریزی معروف ظہوری؛ فارسی غزل اور قصیدہ کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ اس کی نظموں کا ایک مجموعہ 'کلیاتِ ظہوری' کے نام سے مشہور ہے۔ نثر میں اس کے تین دیباچے 'سہ نثر ظہوری' کے نام سے کافی شہرت کے حامل ہیں۔۔ غالب کے کلام میں خسرو اور بیدل کا تذکرہ بکثرت موجود ہے۔

ے ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب/میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

[دیوان غالب، ص:۹۴]

عشق و مزدوری عشرت گہ خسرو: یہ تلمیح، خسرو شیریں اور فرہاد کے شیریں سے محبت کی لازوال داستان سے متعلق ہے۔" شیریں مہین بانو کی بیٹی تھی جس نے خسرو کی پہلی بیگم مریم (قیصر روم کی لڑکی) کی وفات کے بعد شادی کر لی تھی"(13)۔ شیریں کے عشق میں ایران کا ایک مشہور سنگ تراش فرہاد مبتلا ہو گیا۔ فرہاد کے عشق کا چرچا اتنا پھیلا کہ خسرو نے اس سے جان چھڑانے کے لیے بیتسون کاٹ کر راستہ بنانے کے انعام میں شیریں اس کے حوالے کرنے کا عہد کیا جسے فرہاد نے پورا کر دکھایا لیکن شیریں اس نہ مل سکی۔

- عشق و مزدوری عشرت گہ خسرو کیا خوب/ہم کو تسلیم نکونامئ فرہاد نہیں [دیوان غالب، ص:۹۵]
- ہو سکے کیا خاک، دست و بازوئے فرہاد سے/بیستوں، خوابِ گراں خسرو پرویز ہے

[دیوان غالب، ص:۱۴۹]

عمرو کی زنبیل: امر و یا عمرو: داستان امیر حمزہ کا ایک دلچسپ کردار ہے، جو اپنی چالاکی اور عیاری کی وجہ سے خواجہ عمرو عیار کہلایا۔ عمرو عیار کی زنبیل سے متعلق شعرا، نثار کے علاوہ عوام الناس میں مختلف قصے مشہور ہیں۔ عام طور سے نہایت بھوکے شخص کو جس کا پیٹ کبھی نہ بھرتا ہو۔ اس کے پیٹ کو عمرو کی زنبیل کہا جاتا ہے

- دُر معنی سے مرا صفحہ لقا کی ڈاڑھی/غم گیتی سے مرا سینہ عمر کی زنبیل [دیوان غالب، ص:۲۲۲]

عنقا: عنقا؛ ادبی و افسانوی تلمیح ہے۔ اس کے بارے میں عجیب و غریب کہانیاں شُنید ہیں جو زبان زدِ خاص و عام ہے۔ عنقا ایک خیالی پرندہ ہے جس میں ہر پرندکی صفات و خصلت پائی جاتی ہے۔ وقتِ مرگ اس کی راکھ سے ایک نیا عنقا پیدا ہو جاتا ہے اور یوں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

- آوازہ ہی جہاں میں ہمارا سنا کرو/عنقا کے طور زیست یہ اپنی بہ نام یاں [دیوان اول، میر، ص:۴۰۳]
- دل میں ساکن ہے خیال اک بُتِ بے پرواکا/آشیانہ مرے ویرانے میں ہے عنقا کا

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:40]

- مثلِ عنقا نام تو مشہور عالم میں رہا/گو کہ اس میلے سے مجھ آزاد کا بستر اُٹھا [کلیات آتش، ر، الف، ص:96]
- میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا/میری آپ آتشیں سے بال عنقا جل گیا

[دیوان غالب، ص:۱۶]

فردوسی طوسی: فردوسی طوسی ایرانی کے ایک عظیم شاعر گزرے ہیں جن کا مشہور زمانہ رزمیہ شاہکار "شامہ نامہ "دُنیا بھر کی بیشتر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور خراج وصول کر چکا ہے۔ "شاہ نامہ دراصل قدیم ایران کی ایک ہزار برس کی تہذیب و ثقافت کا مرقع ہے جس میں عظیم فارس سے لے کر اسلامی سلطنت کے قیام تک کے جملہ احوال ووا قعات کا ذکر موجود ہے۔"(14)

- سچ تو ہے فردوسی طوسی کو نسبت مجھ سے کیا/دل سے ہوں مداح ناسخؔ باشادہ طوس کا

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:39]

- التجا ہے بس یہی ناسخؔ خدا سے رات دن/جلد ہو مجھ کو زیارت بادشاہِ طوس کی

[کلیات ناسخ، جلد ۲، ج، ۲، ص:54]

فرہاد: فرہاد ایک کوہ کن تھا۔ یہ خسرو کی بیوی شیریں کے حُسن سے متاثر ہو کر اس پر فریفتہ ہو گیا۔ خسرو نے جان چھڑانے کے لیے اسے کوہ بتسیون کاٹ کر نہر بہا دینے کے انعام میں شیریں اس کے حوالے کر دینے کا وعدہ کیا بعدازاں اس سے مکر گیا۔ ایک بوڑھی عورت نے فرہاد کو شیریں کے مرنے کی خبر دی جسے سن کر فرہاد نے تین بار شیریں کا نام لیا اور اپنے سر پر تیشہ مار کر خود کشی کر لی۔

- عجب کیا ہے ہلاکِ عشق میں فرہاد و مجنوں کے/محبت روگ ہے کوئی کہ کم اُس سے جیا ہو گا

[دیوان اول، میر، ص:۱۱۷]

- کیوں نہ ہو فرہاد ناکام اور خسرو کامیاب/زورِ زر کے سامنے کچھ قوتِ بازو نہیں

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:160]

- افسوس کہ فرہاد کو پہلے ہی نہ سوجھی/سر پھوڑ کے مر جایئے اس تیشہ زنی سے

[کلیات آتش، یاے تحتانی:381]

- ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا/جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے

[دیوان غالب، ص:۱۵۴]

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

فریدون: فریدون اپنے زمانے کا مشہور سپہ سالا تھا جس نے ایرانی تہذیب وتمدن اور تاریخ پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے۔ فردوسی طوسی نے اپنے شاہنامہ میں متعارف کروایا تھا۔ اس کی دلیری، بہادری، شجاعت اور ذی فہم عسکری صلاحیتوں کے کارنامے فردوسی نے اپنے شاہنامے میں جس شاعرانہ اُسلوب میں بیان کیے ہیں وہ انداز اتنا دلکش، اچھوتا اور دلفریب ہے کہ محض ایک افسانوی کردار و کو رستم و سہراب اور ضحاک و جمشید کے برابر فردوسی نے لا کھڑا کیا ہے۔

- رفیع القدر ہر مصرع ہے اپنی بیتِ موزوں کا/نہ ایسا طاقِ کسریٰ تھا، نہ قصر ایسا فریدوں کا
  [کلیاتِ آتش، ر،الف، ص:125]
- دارِ فنا سے اُٹھ گئے کیا کیا نہ تاج دار/کسریٰ نہ طاق میں، نہ فریدوں محل میں ہے
  [کلیاتِ آتش، یاے تحتانی:447]

فغفور: فغفور سے مراد چینی بادشاہت ہے جو فغفور لقب سے ملقب ہے۔ چینی فرماں رواؤں نے اپنے لیے فغفور لقب کو اختیار کیا اور ایک طویل زمانے تک مطلق العنان حکومت کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ فغفوریوں کا غرور اور تمکنت تاتاریوں نے آکر توڑی اور ان کی بادشاہت کو زوال سے آشنا کیا۔

- ظرف پیدا کر جو چاہے شہرۂ آفاق ہو/نام اک عالم میں چینی نے کیا فغفور کا [کلیاتِ آتش، ر،الف، ص:91]

قبرِ دارا: قبرِ دارا سے مراد مشہور ایرانی بادشاہ دارا ہے جس کی مطلق العنان حکومت اور زورِ طاقت سے رعایا بے حال تھی اور اس کے ظلم سے نجات کی دُعائیں کرتی تھیں۔ مسلمان جرنیل نے اس کے سر کو کاٹ کر ایران کی گلیوں میں پھروایا تو لوگوں نے شکر ادا کیا۔

- نہ گورِ سکندر رہے، نہ ہے قبرِ دارا/مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے [کلیاتِ آتش، یاے تحتانی:441]

قیصر روم: یہ تاریخی شخصی تلمیح دراصل ایرانی ادب سے اُردو میں رائج ہوئی۔ کلاسیکی شعرا کے علاوہ جدید شعرا کے کلام میں اس تلمیح کا استعمال ملتا ہے۔۔ "قیصر کسریٰ یعنی شاہ فارس کا لقب تھا، خسرو کا معرب، پرویز ابن نوشیروا یعنی نوشیروان کا بیٹا یا پوتا۔ ساسانی سلطنت چوتھی ایرانی اور دوسری فارسی سلطنت تھی جو 226ء سے ۶۵۱ء تک قائم رہی۔ یہ ایران میں اسلام آنے سے قبل آخری سلطنت تھی"۔(15)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

؎ جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ روم/ جرعہ خواروں میں تیرے مرشدِ جام[دیوان غالب، ص:۴۱۳]

قیصر و خاقان: قیصر و خاقان؛ادبی تلمیح ہے جس کا ذکر اکثر کلاسیکی مثنویوں اور غزلیات میں ملتا ہے۔ یہ تاریخی شخصی تلمیح دراصل ایرانی ادب سے اُردو میں رائج ہوئی۔ مرزا داغؔ نے قیصر و خاقان؛ تلمیح کی رعایت سے آصف جاہ یعنی نظام شاہ کی سلطنت کا زوال بطور کنایہ برتا ہے۔

؎ یہ داغ قیصر خاقاں کی کیوں کرے پروا/ہنر شناس ہے شاہ نظام بھی کہ نہیں[یادگار داغ، ص:۶۶۹]

کاغذی پیراہن کاغذی پیراہن کی تلمیح قدیم ایرانی شاعری میں مستعمل ہے۔ جدید اُردو شاعری میں بھی اس کا استعمال ملتا ہے۔ کاغذی پیراہن کی تلمیح سے کنایتاً عاجزی اور بے چارگی مراد لیا جاتا ہے۔

؎ نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا/کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا[دیوان غالب، ص:۱۳]

کسریٰ: کسریٰ؛شاہ فارس کا لقب تھا۔ کسریٰ کا نام پرویز ابن ہرمز تھا جو معروف بادشاہ نوشیروان کا پوتا تھا۔ کسریٰ نے آپؐ کے خط کو پھاڑ ڈالا تھا۔ یہ گستاخی اس کی موت کا سبب بن گئی۔ کسریٰ اپنے بیٹے کے ہاتھوں مارا گیا۔

؎ وہ کسریٰ کہ ہے شور جس کا جہاں میں/پڑے ہیں گے اس کے محل آج سونے

[دیوان دوم، میر، ص:۶۳۰]

کوچہ زُنار: کوچہ زُنار؛آریائی اور فارسی زبان کی آمیزش سے وضع کی ہوئی تلمیح ہے جسے غالب نے قدیم فارسی روایت کے رواجی موضوع کے تحت ایک خاص پس منظر میں شعر میں استعمال کیا ہے۔ غالب نے "صحرائے حرم" کی ویرانی کو "کوچہ زنار کی متزلزل کیفیت" سے منسوب کیا ہے۔

؎ بسکہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیروزبر/ گرد صحرائے حرم تا کوچہ زنار ہے[دیوان غالب، ص:۲۴۰]

کیکاؤس: کیکاؤس کا ذکر قدیم ایرانی ادبیات اور تاریخ میں کثرت سے ملتا ہے۔ کیکاؤس ایک ناقابل شکست فاتح حکمران گزرا ہے جس نے ایرانی تاریخ میں اپنے لیے ایک مستقل باب کی حیثیت سے یادگاروں کو چھوڑا ہے۔ اواخر عمر میں کیکاؤس اپنے پوتے کیخسرو کے حق میں تخت و تاج سے دستبردار ہو گیا۔ کیکاؤس کا عہد ایرانی ترقی اور تہذیب و ثقافت کے استحکام کا ایک سنہرا دور تھا۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ے خاک ہو جاتے ہیں دونوں خاک میں ملنے کے ساتھ/چار دن کوئی گدا ہے، کوئی کیکاوس ہے
[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:426]

ے سوچ اے مُنعم! عمارت کا تو ہے مذکور کیا/گور بھی ملتی نہیں دُنیا میں کیکاوس کی
[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح ۲، ص:54]

کیموس: "کیانی خاندان کا دوسرا بادشاہ کیقباد کا بیٹا تھا جس نے بڑھاپے میں اپنے پوتے کیخسرو کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ اس کی خواہش کے تئیں کیخسرو نے سلطنت کا امورِ انتظام نہ سنبھال سکا اور ایرانی سلطنت کو وسیع کرنے کے لالچ میں ایک تباہی کو آواز دی۔ اس بے وقوفی نے ایرانی اقوام نے بعد کو بہت نقصان پہنچایا تاہم دارُب کی زِیرک صلاحیت نے سلطنت کیخسرو کو پوری طرح تباہ ہونے سے بچالیا" (16)

ے کیا کہوں بیماری غم کی فراغت کا بیاں/جو کہ کھایا خونِ دل بے منت کیموس تھا [دیوان غالب، ص:۴۵]

گلزارِ ارم: گلزار ارم سے مراد وہ باغ نما جنت ہے جسے شداد نامی ایک بادشاہ نے جنت کا ذکر سُن کو بنوایا تھا لیکن اس کو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

ے امکاں نہیں تا بہ ادب دخلِ خزاں کا/داغوں سے چمن کم نہیں گلزار ارم سے
[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:396]

ے رشکِ کوئے یار سے دُنیا میں جتنے باغ تھے/گلشنِ شدّاد ساں نظروں سے پنہاں ہو گئے
[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:404]

ے پھرتے ہیں ڈھونڈتے نظر آتا نہیں کوئی/کوئے بُتاں بھی گلشنِ شداد ہو گیا [کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:158]

ے ہم کو اے واعظ ابھی مرنا نہیں/وصف گلزار ارم بس ہو چکا [مہتاب داغ، ص:۴۱۴]

گلشنِ شیراز: گلشنِ شیراز شیخ سعدی شیرازی اور فردوسی طوری کے ساتھ حافظ کا وطن مولود ایران تھا۔ برصغیر کے کلاسیکی شعرا کی غزل کا سارا مسالہ ایرانی کلاسیکی فارسی غزل سے تیار ہوا ہے۔ کلاسیکی شعرا کے ہاں فارسی روایت کا تتبع بہت غائر نظر آتا ہے۔

ے چل کے ناسخ گلشنِ شیراز کو آباد کر /آشیاں ویراں پڑا ہے بلبلِ شیراز کا [کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:46]

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

گلگوں خسرو: گلگوں خسرو فارسی تلمیح ہے۔ بادشاہ خسرو کا گلگوں یعنی گھوڑا قدیم ایرانی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس گھوڑے کی صلاحیت اور چال ڈھال کے بانکپن کے حوالے سے بہت سے قصے مشہور ہیں۔

- جو شیریں بتیسوں پر جائے گی تو جوش میں آکر/کرے گا گردخونِ کوہکن خسرو کے گلگوں کو
[کلیات ناسخ، جلداول، ص:283]
- وصل کی شب کے برابر صبح کا دیکھا شفق/ہم عناں میداں میں گلگوں ہے مگر شبدیز ہے
[کلیات ناسخ، جلداول، ص:412]
- نہ کر شبدیز گلگوں پر غرور اتنا بھی اے خسرو/پیادہ پا روندیں گے کل آج ہے تو شہ سواروں میں
[کلیات آتش،ر،ن،ص:266]

گورِ رُستم: گورِ رستم سے مراد مشہور پہلوان سپہ سالار رستم ہے۔رستم ہر قسم کے قوی پہلوان اور داؤ پیچ کے حامل جناتی شخص و لشکر سے ٹکرلے سکتا تھا تاہم موت کا ایک وار نہ کھا سکا کہ مُشتِ استخواں ہو کر رہ گیا۔

- گورِ رُستم کو جو دیکھا کھول کر/ایک مُشتِ استخواں بوسیدہ ہے[کلیات ناسخ، جلد ۲،ج،۲،ص:109]

گورِ کیکاؤس: گورِ کیکاؤس سے مراد مشہور سپہ سالا کیساؤس کی قبر ہے۔یہ ایک ظالم بادشاہ تھا جس نے قدیم ایران میں ظلم و ستم کو اپنا تختہ مشق بنایا ہوا تھا۔رستم نے اس کا قلع قمع کیا اور اس کے ظلم وجور سے ایرانیوں کو نجات دلائی۔ اس کی موت کو کلاسیکی شعرا عبرت کا استعارہ باندھتے ہیں۔

- سوچ اے مُنعم! عمارت کا تو ہے مذکور کیا/گور بھی ملتی نہیں دُنیا میں کیکاؤس کی
[کلیات ناسخ، جلد،۲،ج،۲،ص:54]

لقا کی داڑھی: لقا؛داستان امیر حمزہ کے مرکزی کردار ہے۔لقا کی داڑھی سے مراد "داڑھی کا ایسا بے ہنگم جھاڑ" ہے جسے قسم قسم کے موتیوں اور ہیرے جواہرات سے آراستہ و پیراستہ کیا ہو۔داستان امیر حمزہ کی طوالت کا سبب لقا کی داڑھی اور اس سے ہونے والی جنگوں کا احوال ہے۔

- دُر معنی سے مراصحفہ لقا کی ڈاڑھی/غم گیتی سے مراسینہ عمر کی زنبیل[دیوان غالب،ص:۲۲۲]

مانی: مانی کا ذکر کلاسیکی غزل میں ہر شاعر کے ہاں ملتا ہے۔ مانی اور بہزاد تاریخِ عالم میں دو ایسی شخصیات ہیں جن کی بنائی ہوئی منقش تحریری تصاویر کا چرچا ہر دور میں رہا اور ہنوز ان کی فن کی مدحت کی جاتی ہے۔ فنِ مصوری میں لازوال شہرت پائی۔ "مانی اژرنگ" اور "مرقع" اژرنگ اس کی تخلیقی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ے چلا ہے کھینچے تصویر میرے بُت کی آج/خدا کے واسطے صورت تو دیکھو مانی کی

[دیوان اول، میر، ص: ۵۵۲]

ے کھینچی ہے شبیہ اپنی اُس نے لاکھ جا آپھی/موقلم ہے زُلف اُس کی، ہاتھ اُس کا مانی ہے

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:435]

ے نہ زُلفِ یار کا خاکہ بھی کر سکا مانی/ہر ایک بال میں کیا کیا نہ شاخسانہ ہوا [کلیات آتش، ر، الف، ص:92]

ے نقش نازِ بُتِ طنّاز بہ آغوزِ رقیب/پاے طاؤس پئے خامہ مانی مانگے [دیوان غالب، ص:۱۶۳]

مہ نخشب: مہ نخشب؛ اس مصنوعی چاند کو کہتے ہیں جو شہرِ نخشب کو روشنی دینے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس کنویں کو 'چاہ نخشب، چاہ مقنع' کہا جاتا ہے جہاں مہ نخشب طلوع ہو کر غروب ہوتا تھا۔ کوہ سیام کے مختصر قیام کو 'ماہِ سیام' کی تلمیح سے منسوب کیا جاتا ہے۔ شعرا نے اس واقعہ کو "ماہ سیام، ماہ سیماب، ماہِ مقنع، ماہِ نخشب" سے برتا ہے۔

ے چھوڑا مہ نخشب کی طرح دستِ قضا نے/خورشید ہنوز اُس کے برابر نہ ہوا تھا [دیوان غالب، ص:۴۴]

محتشم: محتشم فارسی کے معروف مرثیہ گو شعرا ہیں۔ ان شعرا کی مرثیہ نگاری چہار عالم مشہور ہے۔ محتشم بزازی اور شرابافی اس کے مشاغل تھے۔ محتشم مکتبہ وقوعہ کے پیروکاروں میں سے تھا۔ ایرانی شعری روایت میں کربلا کی نسبت سے اس کا کلام آج بھی پڑھا جاتا ہے۔

ے مرثیہ میرے بھی دل کا رقت آور ہے بلا/محتشم کو میرؔ میں کیا جانوں، اور مقبلؔ ہے کیا

[دیوان سوم، میر، ص:۱۷۷]

محمود و ایاز: محمود و ایاز کی تلمیح کا اولین آخذ ناسخ کے ہاں ملتا ہے۔ محمود سے مراد سلطان محمود غزنوی ہیں جنھوں نے قلعہ سومنات میں موجود برہما کے بُت کو توڑ کر مع مال و زر کے لوٹ لیا تھا۔ " محمود کا ایک وفادار غلام ایاز ہے جس کا تذکرہ بادشاہ محمود کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ایاز وفاداری و دانائی ایفا کا استعارہ اور علامت ہے "(17)۔

ـ دیکھی جہانِ عشق میں الٹی ہر ایک رسم / محمود ہے غلام تو صاحب ایاز ہے[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:392]

ـ دولت کے سامنے نہیں کچھ قدرِ حُسن بھی / محمود کا ایاز سا خوش رو غلام ہے[کلیات آتش، یاے تحتانی:431]

ـ مجھ کو نہ کیونکر اس کی غلامی پہ فخر ہو / محمود ایک بردہ ہے جس کے ایاز کا[آفتاب داغ، ص:۱۴۳]

مغ بچہ: امرد پرستی کا تعلق ایرانی ادبیات کے ساتھ ہے جہاں عورتوں سے اظہار عشق کی نسبت ہلکی عمر کے خوبصورت لونڈوں سے عشق کرنے کی روایت ملتی ہے۔ حافظ، سنائی، رودکی، محتشم، مقبل وغیرہ کے ہاں تسلسل سے اس مضمون کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اُردو زبان کا خمیر ایرانی ادبیات سے اُٹھایا گیا ہے۔ اس لیے امرد پرستی کی یہ روایت فارسی کے زیر اثر اُردو میں رواج پا گئی۔

ـ مغ بچے مال مست ہم درویش / کون کرتا ہے مستمال ہمیں[دیوان اول، میر، ص:۴۲۷]

موقلمِ بہزاد: کلاسیکی غزل میں بہزاد کے قلم کو محبوب کی کمر سے اور آنکھ کی گولائی سے اور نگاہ کی عشوہ بھری جھلک سے تشبیہ دی جاتی ہے

ـ کھینچتا ہے جو ترے رُخسارِ تاباں کی شبیہ / شمع روشن بن گیا ہے موقلم بہزاد کا[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:3]

ـ کھینچ دے مجھ زار کی اُس میں شبیہ / ہو چکا تحریر اے بہزاد خط[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:243]

نادر شاہ: نادر شاہ کا اصل نام قلی بیگ طہماسپ علی خاں تھا۔ خاندانِ فشار کا کی حکومت و سلطنت کا بانی تھا۔ اپنی عسکری صلاحیتوں کی وجہ سے تاریخ دان انھیں ایشا کا نپولین اور سکندر ثانی کہتے ہیں۔ نادر شاہ کو ایشا کا آخری فاتح کہا جاتا ہے۔ بطور سپہ سالار اس کی دھاک ہر دور میں رہی ہے۔

ـ ہے اہلِ نظر سے بغض تجھ کو / نادر کی طرح نکال آنکھیں[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:367]

ـ جرمِ نظّارہ پہ گر آنکھیں نکالو غم نہیں / تم تو کیا ہو میں نہیں ڈرتا ہوں نادر شاہ سے
[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، ۲، ص:150]

نشانِ جم: نشانِ جم سے مراد مشہور بادشاہ جمشید کا جام جم یعنی پیالہ ہے جس میں بادشاہت کے تمام تر احوال و اسرار پر اس کی کلی دسترس تھی۔ جمشید کی سلطنت کی وسعت اور مطلق العنان حکومت کی انحصاری فقط اس پیالے کے گرد مرتکز کرتی دکھائی دیتی ہے۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

۔ یہ دہانِ جام سے آواز آتی ہے مُدام /آج یہاں جُز کاسہ نشانِ جم نہیں[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:200]

نقشِ اسکندر: نقشِ اسکندر سے مراد سکندر کی مطلق العنان بادشاہت ہے جسے بطور علامت نقشِ اسکندر کہا جاتا ہے۔ سکندر نے ایک آئینہ بنوایا تھا جس میں سلطنت کے جملہ امور کے متعلق پیش آمدہ صورتحال کا ادراک کرتا تھا اور اپنی حکمت عملی کو ترتیب دیتا تھا۔

۔ آئینہ رُخ کا دکھا مردم کو آنکھ اُوپر اُٹھا/سکہ بٹھلا یار اپنا نقشِ اسکندر اُٹھا[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:96]

نظامیؔ: نظامی گنجوی چھٹی صد ہجری میں شہر گنجہ میں پیدا ہوئے ان کی تاریخ ولادت 520ھ کے قریب بتائی جاتی ہے۔" نظامی کی وجہ شہرت ان کی مثنویاں ہیں جن میں "مخزن الاسرار، خسرو شیریں اور لیلیٰ مجنوں" نمایاں ہیں۔ نظامی کے کلام میں پند گوئی کو اہم مقام حاصل ہے۔ ان کا معروف کلام مجموعہ "پنج گنج نظامی یا خمسہ نظامی" کے نام سے موجود ہے"(18)۔

۔ ہوئی ہے فکریں پریشان میرؔ یاروں کی/حواسِ خمسہ کرے جمع، سو نظامی ہے[دیوان اول، میر، ص:۵۹۶]

نظیریؔ: محمد حسین نظیری نیشاپوری گیارہویں صدی ہجری کے عظیم فارسی شاعر ہیں۔ آپ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں ایران سے ہندوستان آئے تھے۔ آگرہ کے دربار اکبری و جہانگیری سے وابستہ۔ آگرہ کے دربار اکبری اور دربار جہانگیری کے اس عظیم ایرانی شاعر کا کلام آج بھی فارسی شعری روایت کا روشن مینار ہے۔ علامہ اقبال نے نظیری کے کلام و فکر سے استفادہ کیا اور ان سے شدید متاثر بھی تھے۔

۔ کیا قدر ہے ریختے کی، گو میں/اس فن میں نظیری کا بدل تھا[دیوان سوم، میر، ص:۱۷۶]

۔ ہے جی میں غزل در غزل اے طبع یہ کہیے/شاید نظیری کے بھی عہدے سے بر آوے
[دیوان اول، میر، ص:۵۷۲]

نوروز: "نوروز، ایران کا قومی اور موسم بہار کا تہوار ہے۔ اس تہوار کی ابتدا سال کے پہلے دن یعنی فروری کی پہلی تاریخ کو ہوتی ہے۔ یہ تہوار تیرہ دن تک منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کو نوروز کے علاوہ جشن جمشید بھی کہتے ہیں"(19)۔ نوروز کی آمد پر خوشی منائی جاتی ہے۔ حافظ، فردوسی اور دیگر شعرا کی شاعری اور رزم نامے پڑھے جاتے ہیں اور اپنی قوم کے عظیم لوگوں کو یاد کیا جاتا ہے۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ـ آج سے وحشت فزوں ہر روز ہے/لے مبارک ہو دلا! نوروز ہے

[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح، ۲، ص:110]

ـ روز نوروز جبیں ہے شبِ معراج ہے زُلف/ذوالفقار ابروے محبوب ہیں، قرآں عارض

[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح، اول:237]

ـ عیدِ نوروز دل اپنا بھی کبھی خوش کرتے/یار آغوش میں، خورشید حمل میں ہوتا

[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:65]

نوشیر وان عادل: نوشیر وان قدیم ایران کا ایک بہت ہی نیک دل اور عادل بادشاہ گزرا ہے جس کا دار الحکومت بغداد تھا۔ نوشیر وان اپنی دریادلی اور سخاوت کی وجہ سے نوشیر وان عادل کہلاتا تھا۔ شیخ سعدی شیرازی فردوسی، حافظ اور دیگر شعرا و ادبا نے نوشیر وان کی اس خاصیت کا ذکر کیا ہے۔

ـ نامِ نیک اہلِ حکومت کو کہاں حاصل ہوا/خلق میں مشہور اک نوشیر وان عادل ہوا

[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:13]

ـ کہاں کو صدقہ نوشیر وانِ عادل ہے/کرے کیا صاحبِ مال و منال سالگرہ

[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح، اول:428]

وامق: وامق عذرا؛ فارسی ادب کے دو رومانوی کردار ہیں۔ ’’یہ عشقیہ داستان یونانی الاصل ہے۔ وامق عذرا سے محبت کرتا تھا لیکن قسمت نے انھیں کبھی ایک ساتھ ملنے نہ دیا اور یوں یہ داستان کئی موڑ سے گزرتے ہوئے اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

ـ فرہاد و مجنوں دوں گئے، ہم اور وامق یوں چلے/اس عارضے سے چاہ کے وہ کون سا اچھا ہوا

[دیوان دوم، میر، ص:۱۵۶]

ـ عشق جنھوں کا پیشہ ہو وت سیکڑوں ہوں تو ایک ہی ہیں/کوہ کن و مجنوں و وامق میرؔ ہمارے یار ہیں سب

[دیوان پنجم، میر، ص:۲۴۰]

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ہمایوں: مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین بابر کا بیٹا نصیر الدین محمد ہمایوں تھا۔ 1508ء میں کابل میں پیدا ہوا۔ ہمایوں نے ترکی، فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ سپہ گری اور انتظامی نظم و نسق میں تربیت پائی۔ 20 برس کی عمر میں بدخشاں کا گورنر مقرر ہوا۔ پانی پت اور کنواہہ کی لڑائی میں شامل رہا۔ باپ بابر کی وفات کے بعد 1530 میں تختِ سلطنت مغل پر براجمان ہوا۔

- لگا یا آپ پتھر اُس نے مجھ شوریدہ مجنوں کو/ رکھوں کیونکر نہ سر پر داغِ سودائے ہمایوں کو

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:283]

ہما: ہما ایک فرضی وافسانوی پرندہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ جس شخص کے سر پر بیٹھ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ یہ پرندہ ویرانوں اور جنگل بیابانوں میں رہتا ہے۔ مردار کی ہڈیاں کھاتا ہے اور تنہائی میں آہ وزاری کرتا ہے۔

- ان جلتی ہڈیوں کو شاید ہما نہ کھاوے/ تب عشق کی ہماری پہنچی ہے استخواں تک

[دیوان اول، میر، ص: ۳۶۲]

- جو سعادت مند ہیں رہتے ہیں وہ بے خانماں/ دہر میں پیدا ہما کا آشیاں ہوتا نہیں

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:190]

- منڈلا رہے ہیں کیوں یہ ہما، چیل کی طرح/ شاید دہانِ سگ سے مرا اُستخواں گرا

[کلیات آتش، ر، الف، ص:94]

ہمزاد: ہمزاد کا تصور ہمارے ہاں کلاسیکی ادبیات میں کثرت سے ملتا ہے۔ "ہمزاد سے مراد ایک جن ہے جو انسان کی پیدائش کے ساتھ رب تعالیٰ منسلک کر دیتا ہے اور انسان کے جملہ افعال و اعمال و حرکات کا یہ ہمزاد نما جن گواہ ہوتا ہے۔ انسان کے ساتھ کھاتا پیتا اُٹھتا بیٹھتا سوتا جاگتا ہے۔ انسان کی موت کے بعد اس کی موت ہو جاتی ہے"(20)۔ عامل، جوگی اور پیر فقیر جادو ٹونہ کرنے والے اس ہمزاد کو رام کر لیتے ہیں اور پھر ان سے کام لیتے ہیں۔

- غیر کے فرزند کو قابو میں لاوں کس طرح/ کر نہیں سکتا مسخّر اپنے میں ہمزاد کو

[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:256]

- سائے کی طرح سے مرے پھرتا ہے ساتھ ساتھ/ عشق اس پری جمال کا ہمزاد ہو گیا

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

[کلیاتِ آتش،ر،الف،ص:158]

۔ آتش غم نے جلایا ہے سراپا ایسا/میرے سائے میں نہ میرا کبھی ہمزاد آیا[گلزارِ داغ، ص:٦٦]

ہنوز دلی دور است: ہنوز دلی دور است، تلمیحی ضرب المثل ہے۔اس کے بارے میں مختلف تاریخی روایات منقول ہیں۔ہنوز دلی دور است، ضرب المثل؛ ہر اُس موقع یا معاملے کی نسبت بولتے ہیں جب کسی کام کے ہونے یا کرنے میں اغماض و مصلحت کارفرما ہو۔اس تلمیحی ضرب المثل کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔زیادہ فصیح اور نسبتاً زیادہ مستند حکایت غیاث الدین بلبن سے منسوب ہے۔

۔ کیجئے جوں اشک اور قطرہ زنی/اے اسدؔ ہے ہنوز دلی دور[دیوانِ غالب،ص:٥٨]

حوالہ جات

1۔ یوسف حسین خان،اُردو غزل،(لاہور:القمر انٹر پرائزر،2008ء)،ص38

2۔ عابد علی عابد، تلمیحاتِ اقبال،(لاہور: مجلس ترقی ادب،1979ء)،ص26

3۔ وفا یزدان منش،اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات و تراکیب،غیر مطبوعہ مقالہ،پی ایچ ڈی،(لاہور: جامعہ پنجاب،2010ء)،ص56

4۔ محمد جعفر یا حقی،فرہنگ اساطیر و اشاراتِ داستانی در ادبیات فارسی، تہران، سروش،1369ء،ص117

5۔ ساجدہ قریشی، تلمیحات انشا مع شخصیات،(نئی دہلی: اسلامک ونڈر ویس بیورو،2017ء)،ص89

6۔ ثوبان سعید،فرہنگ تلمیحات،(نئی دہلی: نیو انڈیا آفیسٹ پرنٹرز،2011ء)،ص144

7۔ عبدالرشید،فرہنگِ کلامِ میر،(دہلی: دہلی کتاب گھر،2008ء)،ص210

8۔ مجیب الرحمان،فارسی و اردو ادب میں تلمیحات و اشارات،(لکھنو: نظامی پریس،1990ء)،ص105

9۔ وفا یزدان منش،اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات و تراکیب،ص77

10۔ مظہر احمد، نجمہ رحمانی، غالب کے کلام میں تلمیحات کا استعمال، (دہلی: ایم، آر پبلیکشنز، 2017ء)، ص73
11۔ محمود نیازی، خزانہ تلمیحات، (لاہور: ملک بکڈپو، سن ندارد)، ص68
12۔ سیروش سیما، فرہنگ تلمیحات، (تہران: انتشارات حمید، 1375ھ)، ص124
13۔ وفا یزدان مشن، اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات و تراکیب، ص، 34
14۔ محمود زنجانی، فرہنگ جامع شاہنامہ، چاپ دوم، تہران، انتشاراتِ عطائی، 1315ھ، ص315
15۔ مجیب الرحمان، فارسی وار دو ادب میں تلمیحات و اشارات، ص165
16۔ محمد جعفر یاحقی، فرہنگ اساطیر و شاراتِ داستانی در ادبیاتِ فارسی، ص241
17۔ یوسف سلیم چشتی، شرح تلمیحات و شرح مشکلات اکبر، (لکھنو: آفسیٹ پریس، 1993ء)، ص307
18۔ شاینہ تبسم، فرہنگِ کلام میر، (نئی دہلی: عزیز پریس پرنٹنگ، 1993ء)، ص174
19۔ عاصمہ فرحت، اقبال کے اُردو کلام میں تلمیحات، غیر مطبوعہ مقالہ، ایم فل، (لاہور: جامعہ پنجاب، 2008ء)، ص197
20۔ محمد میاں صدیقی، فرہنگِ اصطلاحات قرآن، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2003ء)، ص211